آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم



مرتبہ: محمد اقبال، مدینہ منورہ

بسم الله الرحمن الرحيم

يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ
صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا
لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ
اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ
لَا تَشْعُرُوْنَ ○

(سُوْرَةُ الحجرات)

(پ ۲۶)

محمدِ عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است

کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

فہرست

انعامِ باری عزّاسمہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اہلِ مجاہدہ جن کو کشف سے مناسبت ہوتی ہے، ان میں اولیاء و مشائخ کو کشفِ الٰہی اور کشفِ معنوی تو ضرور ہوتا ہے لیکن کشفِ کونی مشیخت کے لئے ضروری نہیں۔ حتیٰ کہ اس میں اسلام بھی شرط نہیں۔ صالحین کو یہ کشف تین طریقوں سے ہوتا ہے ۱ رؤیائے صالحہ کے ذریعہ سے جو کہ سونے کی حالت میں ہوتا ہے ۲ واقعہ جو سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت میں ہوتا ہے ۳ مکاشفہ جو جاگنے کی حالت میں ہوتا ہے۔ ان تمام اقسام سے کوئی شرعی حکم استنباط نہیں کیا جاتا لیکن کشف سے ثابت شدہ حکم کی تائید و تاکید ہو جاتی ہے۔ اور یہ از قبیل مبشرات ہے۔ اور یہ بعض دفعہ محتاجِ تعبیر ہوتا ہے۔ تفصیل رسالہ "بہجۃ القلوب" اور امام ربانی حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی کتاب "امداد السلوک" میں دیکھیں۔ یہاں اس رسالہ سے متعلق **ایک صاحبِ حضوری بزرگ کا مبارک مکاشفہ** بعینہٖ درج کیا جاتا ہے۔

آج بروز جمعہ ۱۵ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ روضۂ اقدس پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد حضرت اقدس (مرتب) کے نئے رسالہ مبارکہ "آدابُ النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم" کے بارے میں قبولیت کے لئے عرض کیا۔ محسوس ہوا

کہ حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالہ مبارکہ اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر سینہ سے لگایا اور فرمایا "یہ میرا ہی رسالہ ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں آداب کی بہت کمی آگئی ہے۔ حقوق اور آداب بہت ہی اہم ہیں۔ اس کی کمی کی وجہ سے یہود و نصاریٰ مسلمانوں پر غالب آرہے ہیں۔ اور مسلمان بھی اس سازش میں آرہے ہیں۔ فرمایا "یہ رسالہ اِن شاء اللہ مقبول ہے"۔ یہ فرما کر حضرت اقدس کو خوب دعائیں دیں۔ فقط۔

از مرتّب الحمد للہ اس مبارک رسالہ کی ابتداءِ تالیف بھی بطریقِ مذکور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوئی۔ اور دورانِ تالیف بھی متعلقہ ہدایات، توجہات سے اس گنہگار کو نوازا گیا۔ مگر ارشاد مبارک کی کما حقہٗ تعمیل ممکن نہیں۔ اس لئے اہلِ علم حضرات سے درخواست ہے کہ اس میں میری غلطیوں کی نشاندہی فرمائیں تاکہ دوسری طباعت میں اصلاح کی جائے۔

بنیاد و مقصد

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

اَمَّا بَعْد:- قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ .... اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ (الآیۃ)

آدابُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت*

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آج کے اس لکھے پڑھے دور میں جبکہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر دنیا کی تمام مستعمل زبانوں میں لکھا گیا ہے اور لکھا جارہا ہے، اسی عنوان سے عظیم الشان جلسے اور جلوس نکالے جاتے ہیں، اسی مقدس عنوان پر تحریری اور تقریری مقابلے ہورہے ہیں، اس مبارک موضوع پر ذرائع ابلاغ اکثر مضامین اور ہدیۂ نعت پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان سب امور کے باوجود مسلمانوں میں اتباعِ شریعت اور اطاعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن بدن کم ہوتی جارہی ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی صرف اور صرف ایک ہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں وہ عظمت و احترام

---

* اس موضوع پر حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب دام مجدہم کی مبارک کتاب "با محمد صلی اللہ علیہ وسلم باوقار" الحمد للہ موجود ہے۔ اس رسالہ میں مجھے آداب ہی کی بنا پر کچھ دوسرے اعمال کا ذکر کرنا ہے اور آداب کی اہمیت کو حضرت کی مقبول کتاب ہی کے چند مقامات سے نقل کررہا ہوں تاکہ لکڑی کے ساتھ لوہا بھی تیر جائے۔

نہیں جو پہلے زمانہ کے مسلمانوں میں تھا۔

یاد رہے کہ حضور سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام دین کا ایک شعبہ اور حصہ نہیں بلکہ دین کا دوسرا نام ہے۔ اگر وقار اور احترام ہے تو دین موجود ہے ورنہ دین ہرگز نہیں۔ (از با محمد باوقار)

دو طرفہ اتفاق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا درد رکھنے والے حضرات کے لئے یہ قابلِ فکر بات ہے کہ جس طرح مذاہبِ اربعہ، سلاسلِ اربعہ اور اکابر اہلِ السنۃ والجماعۃ فروعی اختلافات کے باوجود اس امر پر متفق ہیں کہ "سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واتباع، آپ کا ادب واحترام اور اقوال وافعال میں آپ کی تعظیم وتوقیر ومدح وثنا اصل ایمان ہے" اسی طرح اسلام میں جدید وقدیم گمراہ فرقے جن کو علماءِ امت نے فتنہ قرار دیا ہے اور ان سے جوڑ رکھنے والے جدید نام نہاد مفکرینِ اسلام اور منافقانہ رویّہ رکھنے والے علماءِ سُوء باوجود آپس میں مختلف ہونے کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، آپ کا ادب واحترام، آپ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کی مدح وثنا کی مخالفت پر متفق ہیں" کوئی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ذاتی محبت کی نفی کرتا ہے۔ کوئی اقوال وافعال میں آداب کی رعایت کو عبادت قرار دے کر شرک کہتا ہے کوئی اس کو بدعت بتاتا ہے۔ کم از کم ادب ومحبت کے اقوال وافعال سے یہ سب لوگ ہی تنگ دل ہوتے ہیں۔ غرض کوئی اپنی اس مخالفت اور بغض کو

کھل کر بیان کرتا ہے اور کوئی دبے لفظوں میں اس کا اظہار کرتا ہے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس جو اعظم شعائر اللہ سے ہے، آپ سے محبت اور آپ کا ادب نہ کرنے کے نتیجہ میں دیگر شعائر اللہ مثلاً بیت اللہ، کلام اللہ کا ادب بھی ان لوگوں میں نہیں رہتا۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ کے سامنے نماز میں بھی یہ لوگ ادب سے کھڑے نہیں ہوتے۔ اگر ان کے دل میں ادب اور خشوع ہوتا تو اس کا اثر ظاہر پر بھی پڑتا۔ جیسا حدیثِ پاک میں ارشاد ہے۔

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ۔

(جو لوگوں کا شکر ادا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا کہ اس میں شکر کا مادہ ہی نہیں)

مماتی فرقہ توحید کے نام سے بے ادبی کرتا ہے۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات پانے کو لکھتے ہیں کہ آپ اپنی قبر میں مردہ ہیں۔ نعوذ باللہ اور اس کے علاوہ سخت بے ادبی و گستاخی کی باتیں لکھتے رہتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر بعض وہ اہل حق فتنہ ہیں جو خود تو بے ادبی نہیں کرتے مگر ان بے ادبوں سے اظہارِ برارت و بغض فی اللہ رکھنے کے بجائے اپنے ذاتی مصالح کی بنا پر ان سے جوڑ رکھتے ہیں۔ یا مال و جاہ کے منافع کے پیش نظر ان بے ادبوں کو اپنے مدارس و مکاتیب میں مدرس یا شریکِ درس رکھتے ہیں۔ جن کی وجہ سے عام لوگوں کو ان بے ادبوں سے حسنِ ظن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی ان بے ادبوں کے ساتھ بے ادب ہو جاتے ہیں۔ فیاللاسف

اسی طرح ان لوگوں کا حال ہے جو فضائل درود شریف کی تعلیم اور اس کے فروع کے مخالفین سے جوڑ رکھتے ہیں۔ ان سب حضرات کو اللہ جل شانہٗ

کے ارشاد وَلَا تَرۡكَنُوۡۤا اِلَى الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ پر غور کرنا چاہیئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام، تعظیم و توقیر، محبت و اتباع وغیرہ سب امور کثرت درود شریف سے ہی بوجہ احسن حاصل ہوتے ہیں

ایک لادینی مغالطہ اور اس کا ازالہ

بعض وہ لادین عناصر اور طبقات جو حقیقتِ رسالت اور شانِ نبوّت سے ناواقف ہیں، یا اپنی شقاوت اور کور بختی کی وجہ سے شانِ رسالت کے منکر ہیں، وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالےٰ کے صرف رسول تھے! اور صرف یہی فرق آپ میں اور عام انسانوں میں ہے۔ حالانکہ صرف رسول ہی ایک ایسی صفت ہے کہ جو تمام انسانی صفاتِ کمال کو نہ صرف جامع ہے بلکہ عام انسانوں سے نبی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ممتاز کرنے والی ہے اگر ساری دنیا کے عقلاء، علماء اور حکماء اور بادشاہ اور سارے انسان جمع ہوجائیں تو وہ کسی نبی علیہ السلام کا ہم پلّہ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ہر نبی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو خود اللہ تعالےٰ نے انسانی کائنات میں سے چن لیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

وَاِنَّهُمۡ عِنۡدَنَا لَمِنَ الۡمُصۡطَفَيۡنَ — بے شک یہ سارے رسول ہمارے

الۡاَخۡيَارِ (پ ۲۳۔ سورہ ص ۴۷) — پسندیدہ اور چنے ہوئے ہیں۔ (علیہم السلام)

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ اگر ایک انسان دنیا کے سارے انسانوں کو نہ مانے تو وہ کافر نہیں، لیکن اگر ایک بھی سچّے نبی علیہ السّلام کا انکار کرے گا تو وہ اسی طرح

کافر ہو جائے گا جیسا کہ سب انبیاء علیہم السّلام کے انکار سے کافر ہو جاتا ہے اس لئے کسی بھی انسان کو خواہ وہ دینی، دنیاوی لحاظ سے بہت ہی بلند مقام رکھتا ہو، کسی بھی نبی علیہ السلام کا ہم پلّہ اور نظیر کہنا کفر ہے۔

پھر سب نبیوں کے سردار، امام الانبیاء، مصدق المرسلین، خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اور مقام تو اس قدر بلند ہے کہ کوئی سچا نبی اور رسول علیہ السلام بھی آپ کا ہم پلّہ نہیں ہو سکتا۔

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ الدار میں فرمایا ؎

وَکُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ	اور تمام انبیاء علیہم السّلام رسول کریم صلی
غُرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْرَشْفًا مِنَ الدِّیَمِ	اللہ علیہ وسلم سے ایک چلّو پانی کے طالب
	ہیں یا ایک قطرہ کے آپکے باران کرم سے

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دربار سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ؎

تو بوئے گل ہے اگر مثلِ گل ہیں اور نبی
تو نورِ شمس گر اور انبیاء ہیں شمس و نہار
حیاتِ جاں ہے تو، ہیں اگر وہ جانِ جہاں
تو نورِ دیدہ ہے، گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

جب کوئی سچا نبی، صاحبِ کتاب رسول علیہم السلام آپ کی نظیر اور آپ کی مثل نہیں تو کسی دوسرے انسان کو حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشبیہہ دینا بہت بڑی گستاخی اور کفر ہے۔ یوں کہنے والا اگر مسلمان ہے تو

اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔

وَاخْتَصَّهُ مِنْ بَيْنِ إِخْوَانِهِ الْمُرْسَلِيْنَ بِخَصَائِصَ تَفُوْقُ التَّعْدَادَ۔

اور اللہ تعالیٰ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام میں ایسی خصوصیات کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے جو شمار نہیں ہو سکتیں۔ (الصارم ص۳)

اس زمانہ میں الحاد و زندقہ و مادہ پرستی و عقلانیت کا دور دورہ ہے۔ جس کی وجہ سے عام مسلمانوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق و محبت و عظمت میں واضح کمی ہر شخص محسوس کر رہا ہے۔ اور یہ رجحان پڑھے لکھے مسلمان طبقہ میں عام ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ ابی وامی کو صرف ایک لیڈر ـــــ عظیم شخصیت ـــــ ریفارمر اور بہترین قائد کی حیثیت سے ہی متعارف کرایا جا رہا ہے۔ مگر" ان کا بحیثیت قیامت تک کے لئے نبی و رسول ہونا، ان کی ذاتِ اقدس سے محبت و عظمت کا جذباتی تعلق ہونا جس پر رسالت کے احکام اور آخرت کی اصلی و دائمی زندگی کی کامیابی کا مدار ہے۔ اور یہ محبت و عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قربِ الٰہی کا اہم ترین ذریعہ ہے"۔ اس کو بالکل فراموش ہی نہیں کیا جا رہا بلکہ مختلف انداز و تعبیرات سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ گویا یہ باتیں اسلامی اصول کے خلاف اور نعوذ باللہ شرک و بدعت ہیں۔ آجکل سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک پیغام رساں کی حیثیت سے متعارف کرایا جا رہا ہے۔ اور" رسول" کے با عظمت شرعی مفہوم کو نظر انداز

کیا جا رہا ہے۔ گویا شانِ رسالت کو فراموش کر کے ایمان کی روح کو ختم کیا جا رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی اور رسول ہونے کی جہت سے امت پر جو حقوق ہیں وہ صرف اظہار ایمان تک محدود نہیں، بلکہ زبان، دل، اعضاء سب پر حقوق ہیں اور وہ حقوق ختم نہیں ہوتے بلکہ قیامت تک باقی رہیں گے۔ جیسا کہ حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَوْجَبَ	اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی	کئی حقوق مسلمانوں پر لازم کئے ہیں جن
الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَالْجَوَارِحِ حُقُوْقًا	کا تعلق دل، زبان اور اعضاء کے ساتھ
زَائِدَۃً عَلٰی مُجَرَّدِ التَّصْدِیْقِ	ہے۔ صرف آپ کی رسالت کی تصدیق ہی
کَمَا اَوْجَبَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی	کافی نہیں جیسا کہ صرف اس بات کی تصدیق
عَلٰی خَلْقِہٖ مِنَ الْعِبَادَاتِ عَلَی	کہ اللہ تعالیٰ ہمارا معبود ہے، ایمان کے
الْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَالْجَوَارِحِ	لئے کافی نہیں۔ بلکہ دل سے تصدیق کرنا
اُمُوْرًا زَائِدَۃً عَلٰی مُجَرَّدِ	اور زبان سے اقرار کرنا اور عبادت کے
التَّصْدِیْقِ بِہٖ سُبْحَانَہٗ۔	اعمال کرنا یہ سب توحید کے عقیدہ کے لئے
(الصارم ص۴۱۵)	لازم اور ضروری ہیں۔

یہ حقوق صرف سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیوی تک محدود نہیں بلکہ اس دنیا سے دارِ آخرت کی طرف تشریف لے جانے پر بھی باقی ہی نہیں بلکہ زیادہ مؤکد ہو گئے ہیں۔ حافظ ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی فرمایا:-

بَلْ ذٰلِكَ بَعْدَ مَوْتِهٖ اٰوْكَدُ وَ اٰوْكَدُ (الصارم صہ ۹۳) یہ حقوق سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے بعد اور زیادہ مؤکد ہو گئے ہیں

"وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ"

حضرت قاضی صاحب دام ظلہم "با محمد باوقار" میں تحریر فرماتے ہیں :۔

سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقام رفیع کو ممتاز حیثیت سے یوں ارشاد فرمایا۔ "وَمُحَمَّدٌ فَرْقٌ بَیْنَ النَّاسِ" یعنی جب تک سیّدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام صفات اور خصوصیات کے ساتھ صدقِ دل سے تسلیم نہ کیا جائے گا جو ان کو من جانب اللہ عطا ہوئی ہیں اس وقت تک تمام عقائد اور اعمال، اخلاق، آداب وغیرہ امور ناقابلِ اعتماد اور عنداللہ غیر مقبول ہیں۔

ہر نبی کو بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر خصوصیات سے سرفراز کیا گیا چنانچہ علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

"جس طرح ہمارا نفس اور ہماری روح یا ہمارے جسم کی پُراسرار مخفی قوت، ہمارے بدن خاکی پر حکمران ہے اور ہمارے اعضاء اور جوارح اس کے ایک ایک اشارہ پر حرکت کرتے ہیں، اسی طرح نبوت کی روحِ اعظم اذنِ الٰہی سے سارے عالمِ جسمانی پر حکمران ہو جاتی ہے اور روحانی دنیا کے سنن واصول عالمِ جسمانی کے قوانین پر غالب آجاتے ہیں اس لئے وہ چشم زدن میں فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک عروج کر جاتی ہے۔ سمندر اس کی ضرب سے تھم جاتا ہے، چاند اس کے

اشارے سے دو ٹکڑے ہوجاتا ہے، اس کے ہاتھوں کی دی ہوئی چند روٹیاں ایک عالم کو سیر کردیتی ہیں، اس کی انگلیاں پانی کی نہریں بہاتی ہیں، اس کے نفسِ پاک سے بیمار تندرست ہوجاتے ہیں اور مُردے جی اُٹھتے ہیں، وہ تنہا مٹھی بھر خاک سے پوری فوج کو تہ وبالا کرسکتا ہے۔ کوہ، صحرا، بر و بحر نیز جاندار اور بے جان بحکم الٰہی سب اس کے آگے سرنگوں ہوجاتے ہیں۔

(سیرۃ النبی ج ۳ ص ۳)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص مبارکہ اس قدر جامع ہیں کہ ان کی تشریح کرنے سے انسان کی عقل و فہم قاصر ہے۔ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَكَانَ مِنْ رَّبِّهٖ بِالْمَنْزِلَةِ الْعُلْيَا	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب کے یہاں
الَّتِيْ تَقَاصَرَتِ الْعُقُوْلُ وَالْاَلْسِنَةُ	اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ جس تک
عَنْ مَّعْرِفَتِهَا وَنَعْتِهَا۔	انسانی عقل کی رسائی نہیں ہوسکتی اور
(الصارم المسلول ص ۳۱)	جس کی تشریح سے انسانی زبانیں قاصر ہیں۔

یہاں مختصراً چند خصائصِ مبارکہ ذکر کئے جاتے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارکہ سے ارشاد فرمائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائصِ جلیلہ اور محاسنِ جمیلہ اور حقوقِ کی کچھ تفصیل "الخصائص الکبریٰ" "مواہب لدنیہ" "شفا فی حقوق المصطفیٰ" عربی کتب اور اردو میں کتاب "نشر الطیب" "با محمد باوقار" "رحمتِ کائنات" اور

"العطور المجموعہ" وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

چند خصائص مبارکہ

اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنایا۔ اور خاص مؤمنین کے حق میں رؤف ورحیم فرمایا۔ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا (حتّٰی کہ آیتِ شریفہ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ کے متعلق امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے الصّارم میں فرمایا فَوَحّدَ الضَّمِیْرَ اللہ ورسول کے لئے ایک ہی ضمیر ارشاد فرمائی گئی) آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا۔ آپ پر ایمان لانے کو اپنے ایمان کے لئے لازم قرار دیا، آپ کی اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا، آپ کی غایت شرافت کی وجہ سے آپ کا نام لے کر خطاب نہیں کیا، مومنین کو بھی آپ کا نام لے کر خطاب کرنے سے منع فرمایا، آپ کو مقامِ معراج اور قربِ خاص عطا فرمایا، آپ کو مبعوث فرما کر مومنین پر اس کا احسان جتلایا، تمام انبیاء سابقین کا آپ کو امام بنایا۔ بہت سی غیب کی باتوں پر آپ کو مطلع فرمایا، تمام اولادِ آدم کا آپ کو سردار بنایا، ایک ابدی معجزہ قرآن عطا فرمایا، آپ کو خاتم النبیین بنایا، اور قیامت میں ساقیٔ کوثر، شافع محشر بنا کر مقامِ محمود عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ اور جملہ کمالات کا جامع اور اپنی صفات کا مظہر بنایا، اپنی محبت و شفقت کے اظہار کا استمرار اور مؤمنین کو بھی آپ سے محبت رکھنے، آپ کی اتباع کرنے اور ہر امر میں توقیر واحترام کے ساتھ پیش آنے کا امر فرمایا! اور اس میں ذراسی کمی کوتاہی پر شدید وعیدیں سنائیں۔ ایک حدیثِ پاک میں ایک موقع کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ غور سے سنو!

میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنیوالا ہوں گا اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ میں ہوں گا اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا۔ میں اللہ کے نزدیک اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام خصائص اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ اور اس کے اذن سے ہیں اور متناہی ہیں۔ بلاشبہ خالق جل شانہٗ کی صفات، اس کی شانِ اُلوہیّت اور ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ مخلوق میں سے جو صفاتِ کمال کسی بشر کو عطا کی جاسکتی تھیں، وہ سب اللہ تعالےٰ نے آپ کے جسمِ اطہر میں ودیعت رکھ دی ہیں۔ اور ان کمالات میں کوئی مخلوق آپ کی سہیم و شریک نہیں۔ مِنَ القصیدۃ۔

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

اس لئے ہمارے اکابر علماء عارفین جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنی معرفت کا وافر حصہ عطا فرمایا اور ان پر حقیقتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام منکشف ہوئی کتاب وسنت کی روشنی میں اس کے قائل ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ کے حبیب، محبوب، سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم، سید الخلائق، اول الخلق، افضل الخلق، احب الخلق الی اللہ، اکرم الخلق، مستغاث الخلق، لولاک لما خلقت الافلاک کے

مصداق ہیں۔ اور ان کا یہی مسلک ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین، امام النبیین، امام المرسلین، مقصود آفرینش اور باعثِ وجودِ کائنات ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا حبیب بھی بنایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف اللہ تعالیٰ کا مخالف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء اللہ تعالیٰ کی ایذاء ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ بہاریہ میں فرماتے ہیں ؎

خدا ترا، تو خدا کا حبیب اور محبوب — خدا ہے آپکا عاشق تم اسکے عاشق زار
جہاں کے سارے کمالات اک تجھ میں ہیں — ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال — بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
تو آئینہ ہے کمالاتِ کبریائی کا — وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فصل اول

آدابُ النّبیّ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم

کسی شخصیت کے ساتھ ایسے اقوال و افعال کے ساتھ برتاؤ کرنا جو اس کو پسند ہو اور اس کی راحت کا سبب ہو یہ ادب ہے۔

آداب و مراتبِ آداب

شریعت کے تمام جانی و مالی احکام میں ہر حکم کے درجات ہیں۔ فرض، واجب، سنت، مستحب اولیٰ اور غیر اولیٰ کی تقسیم ہے۔ مثلاً نماز کے حکم میں کچھ نمازیں فرض ہیں، کچھ سنت ہیں کچھ مستحب۔ ایسے ہی روزہ کے عمل میں مراتب ہیں، اور مالی عبادات میں زکوٰۃ کی ایک مقدار فرض ہے اور کچھ صدقات واجبہ ہیں اور کچھ نافلہ۔

ہر حکم میں نوافل اور مستحباب کے بھی بہت فضائل ہیں۔ مگر نوافل کے فضائل اس وقت مفید و معتبر ہیں جب کہ اس حکم کے فرائض و واجبات پر عمل ہو، ورنہ تو اس مستحب اور نفلی عمل کا محرک خواہشِ نفسانی ہے۔ یعنی عجب و ریا وغیرہ۔ چنانچہ "الحِکَم" میں ہے:۔

"نوافل عبادات کی طرف مسارعت کرنا اور واجبات کی بجاآوری سے سستی کرنا ہوائے نفسانی کے اتباع کی علامت ہے۔"

یہی اصول آداب کی بجاآوری میں بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آدابُ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم علماء امت کے نزدیک دین کا ایک شعبہ نہیں بلکہ تمام تر دین ہے۔ اس کے بھی درجات ہیں۔ ایک تو وہ آداب ہیں جن کو بجا لانے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وجوبی حکم ہے، اور ان میں کمی کوتاہی بے ادبی کہلاتی ہے اور باعثِ ایذاء ہوتی ہے جس پر کتاب وسنت میں شدید وعیدیں ہیں۔ حتیٰ کہ ان آداب کا انکار رسالت ہی کے انکار کے مترادف ہے۔ اور وہ دوسرے وہ آداب ہیں جو وجوبی نہیں ہیں۔ ایسے آداب محبوب کی شان کے مناسب اور اس کی نظر میں پسندیدہ ہوتے ہیں۔ ان میں قصداً کمی کوتاہی محب کے حق میں اچھی نہیں ہوتی۔ گو اس میں بے ادبی اور ایذاء کا احتمال نہیں ہوتا۔ تاہم بعض اوقات ان غیر وجوبی آداب کی رعایت واہتمام سے بڑے عظیم نتائج حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بڑے سے بڑے گناہ گار کی مغفرت اور نجات کا سبب بن جاتے ہیں، ان کو معمولی سمجھ کر بلا عذر قصداً لاپرواہی برتنا بڑے خسران کا باعث ہے۔

حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز نور اللہ مرقدہٗ نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے:-

مَنْ تَھَاوَنَ بِالْاٰدَابِ عُوْقِبَ	جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت
بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ وَمَنْ	سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا
تَھَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ	ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے وہ
بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ وَمَنْ تَھَاوَنَ	فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا

بِالْفَرَآئِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ۔ ہوتا ہے۔ اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے وہ معرفت کی محرومی (جس کا نتیجہ کفر ہے) میں مبتلا ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بہت سے امور پر احادیث میں کفر کا اطلاق کیا گیا ہے کہ وہ اس ضابطہ کے موافق کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس لئے شریعت کے ہر حکم میں آداب کا اہتمام چاہیئے۔ کیونکہ محبت اور ادب کی راہ میں بعض دفعہ چھوٹی اور معمولی سی بات کی بہت اہمیت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ عام طور پر کتابوں میں جہاں آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کیا جاتا ہے وہاں مستحب اور چھوٹے چھوٹے آداب لکھے جاتے ہیں۔ جب ان چھوٹی اور معمولی باتوں کے لحاظ رکھنے کی اس قدر اہمیت ہے تو ظاہر ہے کہ حقیقی آداب اور واجبات کا کس قدر اہتمام کیا جانا چاہیئے۔

چند غیر وجوبی آداب

مثلاً روضۂ اقدس پر زیارت کے لئے نئے[1] کپڑے پہننا، نظافت اور

---

[1] روضہ شریف کی زیارت کا موقع تو ہر کسی کو میسر نہیں آتا مگر قبر میں ہر ایک مومن کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے اس لئے وہاں حاضری کے لئے کافور، عطر اور سفید کفن کا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن اس وقت آپ کی خوشنودی کی خاطر موجب ایذا شکل وصورت کا بدلنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اصلاح کا وقت فوت ہو چکا ہوگا۔ حالانکہ کافور، عطر اور سفید کفن اور غسل خود میت پر واجب نہیں، بلکہ یہ زندوں کی ذمہ داری ہے۔ اس کی کوتاہی پر ان شاء اللہ میت سے کوئی مؤاخذہ بھی نہیں۔ میت نے اگر زندگی میں خلافِ (بقیہ حاشیہ بر ص۔)

خوشبو کا اہتمام کرنا۔ مدینہ شریف میں برہنہ پا ہاتھ باندھ کر چلنا۔ چلنے میں روضۂ اقدس کی طرف پشت نہ کرنا، مدینہ شریف کے کسی پھل اور کسی چیز کی بُرائی نہ کرنا، کھانے پینے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوب اشیاء کا اہتمام کرنا۔ مثلاً سنت سمجھتے ہوئے ٹھنڈے میٹھے پانی کا استعمال۔ سالن میں کدو یا دست کا گوشت، اونٹ کا گوشت، جَو کی روٹی، سرکہ، کھجور وغیرہ کا استعمال اور کئی کئی روز کا اختیاری فاقہ، چمڑے اور کھجور کی چھال کا بستر و تکیہ، سُرمہ، خوشبو اور مسواک کا اہتمام، کھانے پینے، کپڑا پہننے، اتارنے غرض ہر حرکت وسکون میں حسبِ ضابطۂ سنت دائیں بائیں، تقدم و تأخر کا لحاظ رکھنا، لباس میں لنگی، عمامہ کا اہتمام، صبح وشام کے مسنون اوراد مسنون نمازوں و روزوں کا اہتمام، کثرت درود شریف و ذکر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ جن کے ترک پر وعیدیں نہیں، اگرچہ فضائل بہت ہیں، سب سے بڑی فضیلت تو یہی ہے کہ سنت ہیں، مگر ان کو معمولی سمجھ کر چھوڑنا بہت بُرا اور ان کی تحقیر و اہانت کفر ہے۔

اسی طرح سینکڑوں آداب ہیں جن کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

لَوْ جِئْتُكُمْ قَاصِدًا اَسْعٰى عَلٰى بَصَرِىْ

لَمْ اَقْضِ حَقًّا وَّاَىُّ الْحَقِّ اَدَّيْتُ

یعنی اگر میں آپ کی خدمت میں پاؤں کے بجائے آنکھوں سے چل کر

بقیہ حاشیہ از صـ) شریعت ناپسندیدہ صورت بنائی۔ یا پاکی ناپاکی کا اہتمام نہ کیا تو یہ امور عذابِ قبر کے موجب اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہو سکتے ہیں۔

آتا تب بھی حق ادا نہ کر سکتا تھا۔ اور میں نے آقا آپ کا اور ہی کونسا حق ادا کیا جو یہی کرتا۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ ربّ

غیر وجوبی آداب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل

اس درجہ کے آداب کی چند مثالیں اوپر بیان ہوئیں۔ ان آداب میں بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جو عمل ثابت ہے، اس طرح کا ادب اور تعظیم مخلوق میں سے آج تک کسی بھی محبوب شخصیت کے ساتھ کسی نے بھی نہیں کیا۔ آجکل اگر اس ادب و تعظیم کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور حدیثوں کے حوالے سے نہ ذکر کیا جائے تو بہت سے لوگ ان آداب کو عبادت اور شرک قرار دیں۔ بلکہ بعض لوگ بے دھڑک شرک کہہ بھی دیتے ہیں۔ اور اس دور کے نام نہاد مہذب لوگ ان آداب کو تہذیب ہی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ تعظیم شعائر اللہ کو قرآن پاک میں تقویٰ کی علامت قرار دیا گیا۔ ارشاد ہے:۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝	اور جو شخص اللہ کے نام لگے چیزوں کا ادب کرے سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔

اور اعظم شعائر اللہ، کائنات میں سب سے بڑھ کر لائق ادب و تعظیم شخصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

حقیقی ادب و تعظیم "محبت" کے بغیر محال ہے۔ اور محبت ایمان کے لئے لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔	اور جو لوگ مومن ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں چونکہ ایمان بھی اعلیٰ درجہ کا تھا، اس لئے ان کی محبت بھی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے مثال تھی جس کے نتیجہ میں ادب و تعظیم بھی کمال درجہ کی تھی۔ اس کا ثمرہ کمال درجہ کا اتباع اور اطاعت ہے۔ حقیقی تعظیم وہ تعظیم ہے جس کا منشأ محبت ہو، اور اکرام وہ اکرام ہے جس کا مبدأ محبت ہو۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ادب و محبت و اتباع کا مختصر بیان بھی ایک دفتر چاہتا ہے جس کے لئے سیرتِ مطہرہ کی کتابیں اور "الشفاء بحقوق المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم" "حیات صحابہ رضی اللہ عنہم" "فضائل حج" "رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم" جیسی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ چند نمونے احقر نے اپنے رسالہ "تنویر الابصار فی حبّ سید الابرار" میں نقل کئے ہیں۔ انہیں ملاحظہ فرمائیں۔ اس بارے میں حضرت قاضی زاہد الحسینی صاحب دام مجدہم کی کتاب "با محمد صلی اللہ علیہ وسلم با وقار" اور "رحمتِ کائنات" سہل زبان میں بہت پُر اثر کتابیں ہیں۔ ناظرین مطالعہ فرمائیں، فائدہ ہوگا۔

استحبابی درجہ کے آداب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک مشہور قصّہ

یہاں درج کیا جاتا ہے اور وجوبی آداب میں کوتاہی تو کسی بھی کامل مسلمان سے متصور نہیں۔

عروہ بن مسعود ثقفی (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، بعد میں اسلام لائے) کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ انہیں سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھیں اور قوم کو آکر بتائیں۔ ان کی طویل گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا جائزہ لیتے رہے پھر واپس جا کر کفار سے کہا:۔

اے قریش! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے ہاں گیا ہوں قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے اور ان کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی جماعت اس کی ایسی تعظیم کرتی ہو جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پر پڑ جائے وہ اس کو بدن اور منہ پر مل لیتا ہے۔ جو بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلتی ہے اس کے پورا کرنے کو سب ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان کے وضو کا پانی آپس میں لڑ لڑ کر تقسیم کرتے ہیں زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو وہ دوسرے کے تر ہاتھ کو ہاتھ سے مل کر اپنے منہ پر ملتا ہے۔ ان کے سامنے اونچی آواز سے نہیں بولتے بہت پست آواز سے بات کرتے ہیں۔ ادب کی وجہ سے ان کی طرف

نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اگر ان کے سر یا ڈاڑھی کا کوئی بال گرتا ہے تو اس کو تبرّکاً اٹھا لیتے ہیں اور اس کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ غرض میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت کو ان کے ساتھ کرتے دیکھا۔"

حدیث مصافحہ کا عجیب قصہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نوّر اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ایک عجیب قصہ ہے جس سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین رحمہم اللہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت محبت اور عشق کا پتہ چلتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ غایتِ فرحت و لذت کے ساتھ کہنے لگے کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا۔ میں نے کبھی کسی قسم کی حریر یا ریشم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ شاگرد نے جس کے سامنے انہوں نے یہ حدیث بیان کی، اسی شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں جن ہاتھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد سے یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ آج چودہ سو برس سے زیادہ تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور مصافحہ کی حدیث سے یہ مشہور ہے کہ اس حدیث میں مسلسل مصافحہ ہوتا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ مسلسلات میں بھی اس کو ذکر کیا ہے جس

کے ذریعے سے میرے استاد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہ تک بھی اسی طرح پہنچی (پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے یہ مسلسل بالمصافحہ ہم اور حضرت کے ہزاروں شاگردوں تک پہنچی)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مجھے دنیا میں محبوب نہ تھا اور میرا یہ حال تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر بھر کر دیکھ بھی نہ سکتا تھا اور اگر کوئی مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کرے تو میں بیان کرنے پر اس لئے قادر نہیں کہ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بھر کر دیکھا ہی نہیں

ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مجلسِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو سب نیچی نظریں کر کے بیٹھتے تھے۔ صرف صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما آپ کی طرف نظر کرتے اور آپ ان کی طرف نظر فرما کر تبسم فرماتے تھے

اُسامہ بن شریک رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) آپ کے اردگرد (ادباً) اس طرح بے حس وحرکت خاموش بیٹھے ہیں گویا ان کے سروں پر کوئی پرندہ (گھوم رہا) ہے۔ اس حدیث کو چار کتابوں میں روایت کیا گیا ہے۔ اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی ہیبت وعظمت کی وجہ سے آپ سے

براہِ راست سوال کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک دیہاتی شخص سے کہا کہ وہ آپ سے دریافت کرے کہ قرآن کریم میں "فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ" کا مصداق کون شخص ہے۔ اس نے آپ سے پوچھا مگر آپ نے اسے جواب نہ دیا۔ اس اثناء میں طلحہ رضی اللہ عنہ آنکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ وہ شخص ہے جو آیت بالا کا مصداق ہے (ترمذی)

اولیاء اللہ کا عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اولیاء عظام کے عشق و آداب کے بہت سے قصے ہیں جو استحبابی درجہ کے آداب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نے اس دور میں جتنے مشائخ دیکھے۔ خصوصاً حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ ان کی ہر حرکت و سکون ادب ہی ادب تھا۔ حرم شریف میں مواجہہ شریف کے سامنے جانے سے بھی ڈرتے تھے۔ اقدام عالیہ میں یا روضۂ شریف سے دور باب عمر رضی اللہ عنہ پر گھنٹوں سر جھکائے بیٹھے صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہتے تھے اور کسی طرف التفات نہیں ہوتا تھا۔ معذوری کی وجہ سے ان کی نشست چہار زانو ہوتی تھی۔ مگر دور بیٹھے ہوئے بھی اس کا اہتمام تھا کہ پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی روضہ شریف کی طرف نہ ہو۔ حضرت نے اپنے رسالہ فضائلِ حج میں لکھا ہے کہ تحیۃ المسجد یا نفل نماز کے لئے سارے حرم میں سب سے افضل جگہ مصلیٰ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مگر فرمایا کہ جوانی کے ایک سالہ قیام مدینہ منورہ اور آخر کے طویل قیام میں ایک دفعہ بھی مجھے وہاں کھڑے ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں حضرت شیخ کی اندرونی کیفیات

تو تحریر میں نہیں آسکتیں، قریب رہ کر محسوس ہوتی تھیں لیکن حضرت تو اپنے ہمعصر اولیاء اللہ کا بھی وہ ادب کرتے تھے جتنا کوئی اپنے پیر و مرشد کا بھی نہیں کرتا۔ اس کی چند مثالیں مرتب کے رسالہ "عبرت آموز واقعات" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عشاق کے جتنے قصے کتابوں میں منقول ہوتے ہیں وہ سب انہی استحبابی آداب سے تعلق رکھتے ہیں وجوبی آداب کا عام طور سے ذکر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وجوبی آداب میں کمی کرنا تو عام مسلمان کے لئے بھی زیب نہیں، ان پر عمل تو بہرحال واجب ہے ہی جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بہت عبادت گذار ہے تو اس سے مراد نفلی عبادات ہوتی ہیں یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں شخص بڑا بزرگ ہے کہ وہ پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے۔ کیونکہ فرائض و واجبات تو لازمی چیز ہے۔ اگر کوئی فرض نمازوں میں سستی کرتا ہے اور نوافل میں شب بیدار رہتا ہے تو اس کے یہ نوافل کسی کام کے نہیں۔ یہ اصول عقلی بھی ہے اور شرعی بھی۔ لیکن عام طور پر اس کی طرف دھیان نہیں۔ کیونکہ نفلی کاموں میں اپنے اعمال پر بطور عُجب نظر بھی ہوتی ہے اور شہرت بھی زیادہ ہوتی ہے جس سے نفس خوش ہوتا ہے جو اخلاص کے سراسر منافی ہے۔

آدابُ النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوبی درجہ

اب ہم آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجوبی درجہ بیان کرتے ہیں۔

ایسے آداب میں کوتاہی پر سخت وعیدیں آئی ہیں اور ان میں کوتاہی سخت بے ادبی کہلاتی ہے۔ اور ان میں کمی کوتاہی کرنے والے لوگ لاکھ استحبابی آداب کو بجا لائیں اور عشاق کے نام سے ان کی شہرت بھی ہوتی ہو کہ بڑے عاشق ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وجوبی آداب کے ادا کئے بغیر استحبابی آداب کا شرعاً اعتبار ہی نہیں محض دنیاوی شہرت اور عشقِ نبوی کا دھوکہ ہے۔ کاش اس پر توجہ ہو کہ پہلے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کو جو واجب ہیں ان کو ادا کریں اور ان آداب کو سیکھیں۔ یہی آداب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کہلاتے ہیں۔ اس طرح کے آداب کے متعلق اللہ پاک کا ارشاد ہے:-

یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

(سورہ حجرات)

اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو۔ اور نہ اُن سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو (یعنی نہ بلند آواز سے بولو جبکہ آپ کے سامنے بات کرنا ہو، گو باہم ہی مخاطبت ہو، اور نہ برابر کی آواز سے جبکہ خود آپ سے مخاطبت کرو) کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

(اس کا مطلب یہ ہے کہ رفعِ صوت کہ صورۃً بیباکی ہے اور جہر کجہر مَا بَیْنَھُمْ گستاخی ہے) (نشر الطیب)

یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باوجودیکہ ہر وقت ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریکِ کار رہتے تھے اور ایسی حالت میں احترام و تعظیم کے آداب ملحوظ رکھنا بہت مشکل ہے۔ لیکن ان کا یہ حال تھا کہ آیتِ مذکورہ نازل ہونے کے بعد حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ عرض کرتے تو اس طرح بولتے تھے جیسے کوئی پوشیدہ بات آہستہ کہا کرتا ہے۔ یہی حال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا تھا۔ (الشفاء)

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ٥	بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے ادب کے لئے جانچ لیا ہے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

اور اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے :-

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَھُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو قصداً ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر

وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ | دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے (جو رحمت سے دوری کا سبب ہے) اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جس طرح آداب بعض وجوبی ہیں اور بعض غیر وجوبی، اسی طرح ان آداب کے اظہار میں جو اقوال و افعال صادر ہوتے ہیں، ان کے بھی درجات ہیں۔ غیر وجوبی افعال کی مثالیں تو گذشتہ اوراق میں مذکور ہوئیں، یہاں وجوبی اقوال و افعال کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چند وجوبی آداب

اللہ تعالٰے نے مومنین کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کرنے سے منع فرمایا جیسے آیت میں گذرا۔ قاضی ابو بکر بن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا حیات میں تھا۔ اسی لئے بعض علمائے نے فرمایا کہ آپ کی قبر شریف کے سامنے بھی زیادہ بلند آواز سے سلام و کلام کرنا ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح جس مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پڑھی یا بیان کی جا رہی ہوں اس میں بھی شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔ کیونکہ آپ کا کلام جس وقت

آپ کی زبانِ مبارک سے ادا ہو رہا ہو، اس وقت سب کے لئے خاموش ہو کر اس کا سننا واجب اور ضروری تھا، اسی طرح بعد وفات جس مجلس میں آپ کا کلام سنایا جاتا ہو وہاں شور و شغب کرنا بے ادبی ہے۔" (معارف القرآن)

جس طرح تقدم علی النبی (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کام میں پیش قدمی کرنے) کی ممانعت میں علماء دین بحیثیت وارث انبیاء ہونے کے داخل ہیں، اسی طرح رفعِ صوت کا بھی یہی حکم ہے کہ اکابر علماء کی مجلس میں اتنی بلند آواز سے نہ بولے جس سے ان کی آواز دب جائے (تفسیر قرطبی)

آجکل اس بے ادبی میں ابتلاء عام ہے۔ نام نہاد تہذیب یافتہ جدید مفکرین احادیثِ شریفہ کے مقابلے میں اپنی جہالت کا اظہار بے دھڑک کرتے ہیں۔ کیونکہ اکثر وہ دینی بات ان کی محدود سمجھ سے بالاتر ہوتی ہے۔ اس لئے اپنی "کج" رائے کا اظہار کر کے بعض تو انکار کر کے دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے نیک اعمال بھی برباد کرتے ہیں۔ اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔

اسی طرح سنتوں کو ہلکا سمجھنا اور ان کا استہزاء جس کو آجکل معمولی بات سمجھا جاتا ہے، بڑی سخت بے ادبی کی بات ہے۔ مثلاً ڈاڑھی کا یا ٹخنوں سے اونچے پائنچے کا مذاق اڑانا یا ان پر حقارت سے مسکرا دینا اور اپنی بد عملی و فسق کو چھپانے کے لئے اس شرعی شکل و صورت رکھنے والوں پر انگشت نمائی کرنا کسی طرح زیبا نہیں۔ کیونکہ یہ باتیں تو اسلام کے احکام

کے مطابق ہیں۔

اِن لوگوں کا یہ کہنا کہ کیا یہی باتیں اسلام ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح شکل وصورت بنانا گو پورا اسلام تو نہیں مگر یہ اسلام کا حکم ہے اور اسلام کے ہزاروں احکام میں سے کسی بھی حکم کا انکار یا مذاق اڑانا بعض اوقات دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اگر انکار یا استہزار نہ ہو مگر عمل میں سستی ہو تو یہ کوتاہی کفر نہیں مگر فسق وفجور تو ہے۔ یعنی شریعت کی نظر میں ایسا آدمی شریف نہیں کہلاتا بلکہ بدکردار کہلاتا ہے۔ اور جس کو اپنی اس بدکرداری کا اقرار اور اس پر ندامت ہو اس کو ان شاء اللہ کبھی عمل کی بھی توفیق مل جائے گی اور ان کے لئے معافی کی بھی بہت امیدیں ہیں اور وہ متکبر نہیں۔ تکبر ہی قبول حق میں سب سے بڑا مانع ہوتا ہے۔

دیگر وجوبی آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجوبی آداب میں بنیادی امر دو ہیں۔

اپنی جان ومال واولاد اور ہر شخص سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا۔ اور محبتِ رسول اور کسی اور کی محبت میں ٹکراؤ ہو تو اس کو ٹھکرا دینا۔ اس کا نام محبتِ ایمانی اور محبت رسول ہے۔ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ارشاد ہے:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ	تم میں سے کوئی شخص اس وقت
اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ	تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک

وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (بخاری و مسلم)

ہیں اس کے والد اور اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں۔

وجوبی آداب میں دوسری اہم بات جو محبت کی علامت بھی ہے کہ ہر شعبۂ زندگی میں یعنی عقائد، عبادات و معاملات، معاشرت و معیشت اور اخلاقِ ظاہرہ و باطنہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اور اطاعت ہو اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔ (البقرہ)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو۔ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا نہ مانا۔ عرض کیا گیا۔ کس نے نہیں مانا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے میرا کہنا نہ مانا (بخاری)

وجوبی آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ادب و تعظیم، ان سے محبت اور ان کے مخالفین سے بغض و نفرت رکھنا بھی اس میں داخل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

میرے اصحاب کا اکرام کرو، وہ تم سب میں بہتر ہیں (نسائی) اور ارشاد ہے اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے اصحاب کے بارے میں۔ میرے بعد ان کو (اعتراضات کا) نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میری دشمنی کی وجہ سے بغض رکھے گا۔ اور جو ان کو ایذار دے گا اس نے مجھ کو ایذار دی اور جس نے مجھ کو ایذار دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذار دی! اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذار دی۔ اللہ تعالےٰ اس کو بہت جلد پکڑے گا۔ (ترمذی)

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرات اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم کا ادب بھی داخل ہے۔

حضرت زید بنِ ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ اور ان میں سے ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ ایک تو کتاب اللہ کہ وہ رسّی ہے آسمان سے زمین تک اور میری عترت یعنی اہلِ بیت۔ اور یہ ایک دوسرے سے کبھی جُدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض پر پہنچیں گے۔ ذرا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔ (ترمذی)

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں علماء ورثۃ الانبیاء کا ادب بھی داخل ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر۔ اور علماء وارث ہیں انبیاء کے اور انبیاء نے دینار و درہم میراث میں نہیں چھوڑے، صرف علم کو میراث میں چھوڑا ہے سو جس نے اس کو حاصل کیا اس نے پورا حصہ حاصل کیا۔ (ابوداؤد)

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں متبع سنت اولیاء اللہ کا ادب بھی داخل ہے۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔ (اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں) جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ کا ادب اسی زمرہ میں آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

جو شخص مدینہ طیبہ کی مشقت پر صبر کرے گا۔ میں قیامت کے دن اس کے لئے سفارشی اور گواہ بنوں گا۔ اور جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے یہاں سے جائے گا حق تعالیٰ شانہٗ اس کا بہترین بدل یہاں کر دے گا! اور جو مدینہ والوں کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسا کہ پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔ (ترغیب)

اسی طرح آپ کے جملہ آثار و تبرکات کا ادب بھی آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہے۔ اگرچہ ان تبرکات کا ثبوت ظنی ہو۔

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں درود شریف پڑھنا بھی داخل ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے یا سُنا جائے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ نہ پڑھنے پر سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ان وعیدوں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف نہ پڑھنے پر وارد ہوئی ہیں مختصر الفاظ میں جمع کیا ہے، وہ کہتے ہیں :۔

ایسے شخص پر ہلاکت کی بد دُعا ہے اور شقاوت کے حاصل ہونے کی خبر ہے۔ نیز جنت کا راستہ بھول جانے کی اور جہنم میں داخل ہونے کی اور یہ کہ وہ شخص ظالم ہے اور یہ کہ وہ شخص سب سے زیادہ بخیل ہے۔

اور جس مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے اس کے بارے میں بھی کئی طرح کی وعیدیں ذکر کی ہیں۔ اور یہ کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے اس کا دین سالم نہیں اور یہ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت نہ کر سکے گا۔ اس کے بعد علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے ان سب مضامین کی روایات ذکر کی ہیں۔

(تفصیل فضائل درود شریف میں ملاحظہ ہو)

اور عام حالات میں درود شریف کی کثرت مستحب ہے۔ مگر یہ وجوب و استحباب کی بحث فقہی اصطلاح کے اعتبار سے ہے۔ درود شریف اپنے مطالب و مقاصد کے لحاظ سے مسلمان کے لئے ہر وقت کا دائمی فریضہ ہے مطالب سے مراد تعظیم و توقیر و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار اور محبت

وادب کا معاملہ کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ مطالب ایمان کے لئے لازمی ہیں۔

(تفصیل کے لئے رسالہ حقوق خاتم النبیین ملاحظہ ہو)

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھانے والی باتیں

(جو کھلّم کھلاّ بے ادبی وگستاخی ہیں)

یہاں ہم ان چند باتوں کی وضاحت کرتے ہیں جن میں ابتلاءِ عام ہے اور ان کو بہت ہلکا سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ ان کو اہمیت دینے پر نام نہاد جدید تہذیب یافتہ لوگ مذاق اڑا کر کفر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان کے ارتکاب میں نہ تو کسی عذر و تاویل کی گنجائش ہے اور نہ ان سے بچنے میں کسی قسم کی دشواری ہے۔ بلکہ غفلت ہے۔ ان امور کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے کہ رسالہ کا اصل مقصد اسی طرف توجہ دلانا ہے۔ باقی "غیر وجوبی" وہ آداب جن میں سے اکثر پر آجکل الحمدللہ عمل بھی ہورہا ہے اور وہ "نفس" کے خلاف بھی نہیں ہوتے، تبرّکاً اور مثالاً لکھے گئے ہیں۔

گذشتہ اوراق میں گذرا کہ سیدالکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور آواز بلند ہونے پر قرآنِ پاک میں اعمال برباد ہو جانے کی وعید آئی ہے۔ آواز بلند کرنے سے ممانعت ان آداب میں ہے جن کے خلاف میں ایذا کا احتمال ہے لیکن کسی بات کا گراں ہونا علیحدہ بات ہے اور اس کا موجب ایذا اور باعثِ ناراضگی ہونا علیحدہ بات ہے۔ بسا اوقات کسی بات سے گرانی تو

ہوتی ہے لیکن ناراضگی اور غصہ نہیں ہوتا۔ اور جس فعل سے ناراضگی اور غصہ بھی ہو اور غصہ کا بھی صرف احتمال ہی نہیں بلکہ یقینی ہو تو ظاہر ہے کہ وہ فعل اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کس قدر تباہ کرنے والا ہوگا قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔	جو لوگ اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قصداً ایذا دیتے ہیں اللہ تعالےٰ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنیوالا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ایک دل آزار حرکت

حارث بن ابی اسامہ نے یحییٰ بن ابی کثیر سے مرسلاً نقل کیا ہے کہ ایک عجمی (کافر) مسجد میں آیا جس نے ڈاڑھی منڈا رکھی تھی اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا کرنے پر تجھے کس چیز نے ابھارا؟ تو اس نے کہا کہ میرے رب (بادشاہ) نے یہ حکم دیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ڈاڑھی کو بڑھاؤں اور مونچھوں کو کٹواؤں۔

ایک دوسری روایت میں زید بن حبیب سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈائے ہوئے دو شخصوں کی طرف جو شاہ کسریٰ کی طرف سے قاصد بن کر آئے تھے (یہ دونوں شخص کافر تھے۔ شریعتِ اسلامیہ کے مکلّف نہ تھے) اُن کی طرف نگاہ فرمانا بھی گوارا نہ فرمایا۔ اور فرمایا تمہارے

لئے ہلاکت ہو۔ تمہیں یہ حلیہ بنانے کو کس نے کہا؟ انہوں نے کہا ہمارے ربّ (شاہِ کسریٰ) نے حکم دیا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن مجھے میرے ربّ نے داڑھی کو بڑھانے اور مونچھوں کے کٹوانے کا حکم دیا ہے (حکم اللحیۃ)

یہ لوگ چونکہ آتش پرست اور پارسی تھے، اس لئے اُن کی داڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے بادشاہ کسریٰ کو ربّ کہا کرتے تھے۔ اُن کے چہرہ پر نظر ڈال کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف پہنچی اور پہلا سوال ان سے یہ کیا کہ ایسی صورت بنانے کو تم سے کس نے کہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے رب کسریٰ نے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر میرے رب نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ داڑھی بڑھاؤں اور مونچھیں کترواؤں۔ قصّہ طویل ہے مگر یہاں صرف یہ دکھانا ہے کہ غیر مسلم سفیروں کی بھی اس صورت اور شکل سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو طبعی تکلیف ہوئی۔

اس قصہ کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حیاۃ الصحابہؓ رضی اللہ عنہم میں مختلف سندوں سے ذکر کیا ہے۔

غور کیجئے کہ وہ دونوں مہمان تھے، ہمارے مذہب کے پابند بھی نہیں تھے۔ مگر چونکہ ان کی یہ بُری صورت فطرتِ سلیمہ کے خلاف تھی اس لئے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے اُن کی یہ مکروہ شکل دیکھنی گوارا نہ ہوسکی۔ اُن سے منہ موڑ لیا، اور ان کے حق میں یہ بد دعا کی کہ تم پر ہلاکت ہو۔

گناہ جس کا ظہور ہر وقت ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ رسالہ "ڈاڑھی کا وجوب" میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"مجھے ایسے لوگوں کو دیکھ کر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کے خلاف اپنی صورت بناتے اور داڑھی منڈاتے ہیں، یہ خیال ہوتا ہے کہ موت کا وقت مقرر تو کسی کو معلوم نہیں اور اس حالت میں اگر موت واقع ہوئی تو قبر میں سب سے پہلے سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کی زیارت ہوگی تو کس منہ سے چہرۂ انور کا سامنا کریں گے، اس کے ساتھ ہی بار بار یہ خیال آتا تھا کہ کبیرہ گناہ زنا، لواطت، شراب نوشی، سود خوری وغیرہ تو بہت سے ہیں مگر وہ سب وقتی ہیں کہ ہر وقت ان کا ظہور اور صدور نہیں ہوتا۔ نبی کریم (اکرم) صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ (الحدیث)

زنا کار جب زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں ہوتا۔

مطلب اس حدیث کا مشائخ نے یہ لکھا ہے کہ زنا کے وقت ایمان کا نور اس سے جدا ہو جاتا ہے لیکن زنا کے بعد وہ نور ایمانی پھر مسلمان کے پاس آجاتا ہے۔ مگر قطع لحیہ (داڑھی منڈانا) ایسا گناہ ہے جس کا اثر اور ظہور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو بھی یہ گناہ اس کے ساتھ ہے۔ روزہ کی حالت میں، حج کی حالت میں (روضۂ اقدس پر زیارت کے وقت میں) غرض ہر عبادت کے وقت یہ گناہ اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مجوسی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس نے داڑھی منڈا رکھی تھی اور مونچھیں بڑھا رکھی تھیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ یہ کیا بنا رکھا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارا دین ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے دین میں یہ ہے کہ مونچھوں کو کٹوا دیں اور داڑھی کو بڑھائیں۔ (حکم اللحیۃ فی الاسلام)

ابنِ عساکر رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مُرسلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے کہ دس خصلتیں ایسی ہیں جو قومِ لوط میں تھیں جن کی وجہ سے وہ ہلاک ہوئی۔ ان دس چیزوں میں داڑھی کا کٹوانا اور مونچھوں کا بڑھانا بھی تھا

ایک امرِ نہایت اہم اور قابلِ تنبیہ

یہ ہے کہ بہت سے حضرات ایسے ہیں کہ جو داڑھی منڈانے کو تو معیوب سمجھتے ہیں اور اس سے بچتے بھی ہیں، لیکن داڑھی کے کم کرنے اور کتروانے کو معیوب نہیں سمجھتے۔ حالانکہ شریعتِ مطہرہ میں جس طرح داڑھی رکھنے کا حکم ہے اسی طرح اس کی ایک مقدار بھی متعین ہے۔ چنانچہ اس سے کم کرنا شرعاً معتبر نہیں اور وہ مقدار ایک قبضہ (مٹھی) ہے۔ اس سے کم کرنا بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے۔ گو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر ایک قبضہ سے بڑھ جائے تو اس کو کم کرنا چاہیئے یا نہیں۔

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ   زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ یَاْخُذْ شَارِبَہٗ فَلَیْسَ مِنَّا۔ اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ۔ (حکم اللحیۃ فی الاسلام)	حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس کو احمد، ترمذی اور نسائی نے اپنی کتابوں میں روایت کیا۔

(ف) کس قدر سخت وعید ہے۔ لمبی لمبی مونچھوں والے اپنے آپ کو شریف سمجھیں اور سرکاری کاغذات میں اپنے کو مسلمان بھی لکھوا دیں۔ مگر سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو اپنی جماعت میں شمار کرنے سے انکار فرما رہے ہیں۔

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو اپنی مونچھوں کو نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "کتاب الزہد" میں عقیل بن مدرک سلمی سے نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہہ دو کہ وہ میرے دشمنوں کا کھانا (یعنی جو ان کے ساتھ مخصوص ہو جیسے نصاریٰ کا کھانا سوٴر ہے) نہ کھا دیں۔ اور میرے دشمنوں کا پانی نہ پئیں (جیسے شراب ہے) اور میرے دشمنوں کی شکل نہ بنائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو وہ بھی میرے دشمن ہوں گے جیسا کہ وہ لوگ

حقیقی دشمن ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج یورپ سے بڑھ کر روئے زمین پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا دشمن کون ہے۔؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار نہ کرنے کی روایت نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کی مخالفت شریعت میں مطلوب ہے۔ اور ظاہر میں مشابہت ان سے محبت اور دوستی پیدا کرتی ہے جیسا کہ باطنی محبت ظاہری مشابہت میں اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ امور تجربہ سے ظاہر ہیں۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو کفار کے ساتھ مشابہت اختیار کرے اور اس پر مر جائے تو ان ہی کے ساتھ حشر ہوگا

(ڈاڑھی کا وجوب)

مسلمانوں کے سوچنے کی بات ہے کہ مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا ہوگا (اور اب زیارت کے وقت سامنا ہوتا ہے) ایسے خلاف سنت چہرہ کو دیکھ کر اس ذاتِ پاک کو تکلیف ہوگی جس کی شفاعت پر ہم سب مسلمانوں کی امیدیں وابستہ ہیں کس قدر حسرت اور مایوسی کا وقت ہوگا اگر خدانخواستہ اس ذاتِ اقدس نے پہلے ہی وہلہ میں ایسے خلافِ سنت چہرے اور صورت کو دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

ایک سبق آموز قصہ

مولانا میرٹھی لکھتے ہیں کہ مرزا قتیل کا قصہ آپ نے سنا ہوگا۔ ان کے صوفیانہ کلام سے متاثر ہو کر ایک ایرانی شخص ان کا معتقد ہوگیا۔ اور زیارت کے شوق میں وطن سے چلا۔

جس وقت اُن کے پاس پہنچا تو مرزا ڈاڑھی کا صفایا کروا رہے تھے۔ اس نے تعجّب سے دیکھا اور کہا "آغا ریش مے تراشی" (جناب آپ ڈاڑھی منڈا رہے ہیں)، مرزا نے جواب دیا "بلے موئے می تراشم ولے دلِ کسے نمی خراشم" (ہاں بال تراش رہا ہوں مگر کسی کا دل نہیں دکھا رہا)، گویا "دل بدست آور کہ حج اکبراست" کی طرف صوفیانہ اشارہ تھا، کہ اپنے متعلق انسان جو چاہے کرے مگر مخلوقِ خدا کا دل نہ دکھائے! ایرانی نے بے ساختہ جواب دیا "آرے دلِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) می خراشی"، کسی کا دل دکھانا چہ معنیٰ، تم تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل زخمی کر رہے ہو۔ یہ سنکر مرزا کو وجد آ گیا اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ ہوش آیا تو یہ شعر زبان پر تھا ؎

جزاکَ اللہ کہ چشمم باز کردی مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

پس اگر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے کی ہمت نہیں رکھتے تو خدا کے واسطے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل تو نہ دکھاؤ۔ مولانا نے جو مرزا قتیل کا شعر لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "اللہ تعالےٰ تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے میری آنکھ کھول دی اور مجھے جانِ جاں کے ساتھ ہمراز کر دیا۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے محبوب ہیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت اللہ جلّ شانہ کی اذیت ہے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ تَعَالٰی جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالےٰ

کو تکلیف پہنچائی۔

جب غیر مسلموں کے ڈاڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچی تو جو لوگ اُمتی کہلاتے ہیں، ان کے اس ناپاک فعل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی عادتِ شریفہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمدؐ زکریا نور اللہ مرقدہ جب کثیر مجمع سے مصافحہ فرماتے تو نگاہ نیچی ہوتی۔ مصافحہ کے وقت ہر شخص دعا کے لئے کہتا۔ فرماتے بہت اچھا۔ اور جب کوئی اپنی بہت پریشانیوں کا اظہار کر کے دعا کا اصرار کرتا تو حضرت اس کی طرف نظر اٹھاتے۔ اگر اس کی ڈاڑھی نہ ہوتی تو اس کے منہ کی طرف اشارہ کر کے بہت غصہ سے فرماتے کہ "اس کے اوپر ڈبل استرہ لگوا، تاکہ پریشانی دور ہو۔" وہ کہتا حضرت نہیں، اب توبہ کرتا ہوں تو فرماتے "بھائی دیکھ یہ فعل ظاہر میں بھی باغیانہ ہے۔ اگر بادشاہ کے یہاں کوئی باغی کی سفارش کرے تو اس کو بھی نکال دیا جاتا ہے۔ بتا اب میں تیرے لئے کیسے سفارش کر سکتا ہوں۔"

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھانیوالی دوسری حرکت

اسی طرح خلافِ شرع اور خلافِ سنت شکل وصورت بنانے، لباس پہننے کا حال سمجھیں۔ جس میں خاص طور سے ٹخنوں کے نیچے پاجامہ پہننا ہے۔ جس پر حدیثوں میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہ فرمائیں گے جو اپنی لنگی متکبرانہ لٹکائے گا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کا مضمون منقول ہے۔

اور حضرت ابوذر رضؓ کی حدیث میں ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے نہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات کریں گے اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) فرمائیں گے اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کریں گے۔ ۱؎ جو ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکائے ۲؎ اور جو احسان جتلائے ۳؎ اور جو شخص جھوٹی قسموں کے ذریعہ اپنا مال فروخت کرتا ہو۔ (مسلم)

عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے لنگی کے متعلق معلوم کیا۔ وہ فرمانے لگے تم نے بڑے واقف سے سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونا چاہیئے۔ اور اس کے نیچے ٹخنوں تک بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن ٹخنوں کے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گا۔ اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا، قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف نظر (رحمت) نہ فرمائیں گے۔ (ابوداؤد)

عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں جارہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے یہ کہتے سُنا کہ "لنگی اوپر کو اٹھاؤ،

کہ اس سے نجاست ظاہری و باطنی (تکبر وغیرہ) سے نظافت زیادہ حاصل رہتی ہے۔ اور کپڑا زمین پر گھسٹ کر خراب اور میلا ہونے سے بھی محفوظ رہتا ہے میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا حضور یہ ایک معمولی سی چادر یہ ہے (اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو) کم از کم میرا اتباع تو کہیں گیا ہی نہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضور کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق (آدھی پنڈلی) تک تھی (شمائل ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ کپڑا لٹکانا (یعنی کپڑا لٹکانے کی وعید) لنگی میں بھی اور قمیص میں بھی ہے۔ (جبکہ وہ ٹخنوں سے نیچے لٹکائے جائیں) اور عمامہ میں بھی ہے (جبکہ اس کا سرا کمر سے نیچے ہو) جو شخص بھی ان میں سے کسی کو متکبرانہ لٹکائے گا اللہ تعالے قیامت کے دن اس کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائیں گے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکائے۔

(ابوداؤد)

حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کے یا اپنی پنڈلی کے گوشت کا حصہ پکڑ کر فرمایا۔ یہ حد ہے لنگی کی، اگر تجھے اس پر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچے سہی۔ اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی

کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔ (شمائل ترمذی)

تنبیہہ ڈاڑھی کٹانے اور ٹخنوں سے نیچا کپڑا لٹکانے کا گناہ ایسا ہے کہ ہر وقت ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی پہلے نظر دوسرے کے چہرہ اور پاؤں کی طرف جاتی ہے' ور ڈاڑھی منڈے میں نافرمانی اور تکبر کا نشان سب سے پہلے نظر آتا ہے۔ گویا وہ علی الاعلان اپنی نافرمانی، شعائر اسلام کی مخالفت اور کبر کا اظہار کرتا ہے۔ دوسرے ظاہری و باطنی گناہوں کا اظہار ہر وقت نہیں ہوتا۔ اور باطن کے اچھے بُرے ہونے کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔

یہ اسلام کا شعار یعنی خاص نشان ہے۔ اگر کوئی فوج کا بہت قابل اور نہایت وفادار جرنیل اپنی ٹوپی یا کاندھے پر اپنے ملک کے نشان کی جگہ کسی دشمن ملک کا چھوٹا سا خوبصورت نشان لگالے تو اسے باغی قرار دیا جائے گا اس کی تمام جانثاری اور وفاداری سب کچھ اتنی سی مشابہت اختیار کرنے سے کالعدم ہو جاتی ہے۔ تو کیا ساری وفاداری یا بغاوت کا معیار بس ایک چھوٹا سا نشان ہے؟ یہ بات تو ہر ایک کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ مگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی جوابدہی چونکہ نقد نہیں (وہ اس وقت ہوگی جب کچھ نہ ہو سکے گا۔) اس لئے سمجھ نہیں آتی۔

اور ٹخنوں سے لباس اونچا رکھنے میں صرف ایک انچ ہی کم کرنا ہوتا ہے، مگر اسے تکبر کی وجہ سے اتنی سی تبدیلی بھی گوارا نہیں۔

جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں کیا رکھا ہے؟

اس میں تسلیم ورضا (اسلام) کا امتحان ہے. کسی حکم کے فائدے اور مصلحتیں دیکھ کر تو غیر مسلم بھی اس عمل کو اختیار کر لیتے ہیں. لیکن سچے مسلمان کی نظر منافع اور مصالح پر نہیں ہوتی، صرف حکم ماننے پر ہوتی ہے۔ جیسے کہ حج اگرچہ اسلام کا بڑا اہم رکن ہے اور اس میں بے شمار فائدے اور مصلحتیں ہیں مگر اس کے ارکان کی ادائیگی میں مصلحتوں کا حصول شرط نہیں۔

ایک مشاہدہ

اس بات کا سو فیصد مشاہدہ ہے کہ جو لوگ پورے دیندار ہوتے ہیں وہ ان احکام پر پورے عامل ہوتے ہیں کہ ان کی ڈاڑھی بھی ہوتی ہے اور ٹخنوں سے اونچا پائچہ بھی۔ باقی رہی منافقت یعنی ظاہر اچھا باطن خراب، اس کی وجہ سے ظاہر اسلام کو نہیں چھوڑا جا سکتا

اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ نماز کی امامت کے لئے ڈاڑھی والے کو آگے کیا جاتا ہے. چاہے کوئی ڈاڑھی منڈا اس سے زیادہ علم اور خوبیاں رکھتا ہو. اس کو خود بھی امامت کرتے شرم آتی ہے اور دوسرے بھی اس کو امام تسلیم نہیں کرتے. اس سے ظاہر ہوا کہ اس کی اہمیت سب پر عیاں ہے۔

رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور امت کے اعمال

امت کے اعمال کا دربارِ رسالت میں پیش کیا جانا حدیث پاک سے ثابت ہے اور اولیاء اللہ پر اپنے متعلقین کے احوال کا انکشاف اس زمانہ میں بھی مشاہدہ میں ہے. اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ادراک کا کیا کہنا؟ ہم کو سوچنا چاہیئے کہ ہمیں ہلاک کر دینے والے اعمال جب ایسی ذات پر پیش ہوں گے جن کو ہم سے بے حد محبت ہے اور

وہ ہماری خیر خواہی کے آرزومند ہیں توان کو کتنا رنج ہوگا اور انکا دل مبارک کتنا دکھے گا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ والد کو اگر بیٹے کی کسی بُری حرکت کا علم ہو تو اسے تکلیف ہوتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے جو محبت اور تعلق ہے اس کے بارے میں اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ٥

ان (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں۔ (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے اور بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

اور ارشاد ہے:۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ (سورۂ احزاب)

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنین کے ساتھ خود اُن کی جان سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ ہر قسم کے خلاف شرع اُمور اور معاصی کے مضرات میں اس کا بھی خیال رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے رنج ہوگا۔ خلاف شرع اُمور کی جزئیات تو بہت ہیں۔ یہاں ہم تین بڑے گناہوں کا ذکر کرتے ہیں جو بہت سے کبیرہ گناہوں کی جڑ ہیں اور ان میں ابتلا بھی عام ہے۔

۱۔ شراب نوشی جس کو حدیث پاک میں ام الخبائث (تمام خباثتوں کی جڑ)

فرمایا گیا ہے۔ شراب پینا ایک حرام کام ہے لیکن اس کے نتیجہ میں زنا، قتل فساد وغیرہ بہت سے کبیرہ گناہ سرزد ہو جاتے ہیں۔

دوسری چیز سودی لین دین، خواہ وہ کسی شکل میں ہو، اس کے متعلق قرآنِ پاک میں اللہ تعالےٰ نے اسے اپنے ساتھ جنگ قرار دیا۔ ارشاد ہے۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ (سورۂ بقرہ)

پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے۔

ایسی سخت وعید قرآن پاک میں کسی اور گناہ پر نہیں آئی۔ حدیث پاک میں ایسی سخت وعید اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی کرنے پر آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے لڑائی کا مطلب ہے، حقیقتِ ایمان سے محروم کر دیا جانا، اس سے بڑھ کر کوئی بربادی نہیں۔

راقم الحروف کو اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ مجھ سے جب کوئی سودی کاروبار کرنے والا لاکھوں کے قرض کی یا کسی پریشانی کا اظہار کر کے دعا کے لئے کہتا ہے تو اصلاحِ حال کی خاطر کوئی فقرہ کہہ کے ٹال دیتا ہوں۔ اور جو کوئی تعلق والا خصوصی دعا کا اصرار کرے تو اسے کہتا ہوں کہ تم نے تو میرے خدا سے لڑائی مول لی ہوئی ہے اب میں کس خدا سے سفارش کروں۔ تمہارے لئے دُعا کرتے مجھے ڈر لگتا ہے کہ مجھ پر بھی عتاب نہ ہو۔ میں تو بددعا کرتا ہوں کہ تمہارا کاروبار برباد ہو جائے کہ وہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تمہیں جتنا نقصان اٹھانا پڑے سودی کاروبار سے باز آؤ۔ پھر ان شاء اللہ تمہاری اپنی دُعا ہی

کافی ہوگی اور میں بھی تمہارے لئے دعا کرنا سعادت سمجھوں گا۔

تیسری خطرناک چیز جو اس زمانہ کی جدید ترین ایجاد ہے اور وہ تمام بے حیائی و فحاشی کی جڑ ہے اور وہ انسان کو اللہ و رسول سے بالکلیہ غافل کرتی ہے۔ وہ ٹیلی ویژن وغیرہ ہے۔

اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے :۔

وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ۝	اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے بے حیائی سے اور برائی سے اور ظلم سے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت کرتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔

اور ارشاد ہے :۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ الخ	اور شیطان کی پیروی نہ کرو بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے وہ تو تم کو یہی حکم کرے گا کہ تم برے کام اور بے حیائی کرو۔

حدیثِ پاک میں آیا ہے :۔

"جس گھر میں تصویریں یا کتا ہو (رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے"

یہ ٹیلیویژن تو لاکھوں متحرک اور بولنے والی فحش تصویروں کی مشین ہے بلکہ ٹی۔وی کیمرہ تو اچھا خاصا سینما گھر بن جاتا ہے۔

اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○

اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو بیہودہ حکایتیں خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو بے سمجھے خدا کے راستہ سے گمراہ کریں اور (دین کی باتوں پر) ہنسی مذاق اڑائیں ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے

شیخ التفسیر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے ٹی۔ وی کو لَهْوَ الْحَدِيْثِ کا مصداق قرار دیا ہے۔

لہذا ٹیلی ویژن کا گھر میں ہونا نزولِ رحمتِ الٰہی میں سب سے بڑا مانع ہے اور لعنتِ خداوندی، بے برکتی اور دردناک عذاب کا سبب ہے۔ ایسی حالت میں دینداری، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور ادب کی رعایت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آداب پر عمل پیدا ہونے کا طریقہ

مذکورہ بالا تینوں چیزوں کی برائیوں کا اور ان کے دینی و دنیوی نقصانات کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ ان کے متعلق کتابیں چھپی ہوئی ہیں جن سے ان کی برائیاں اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہیں، ان کو دیکھنا چاہیئے۔ لیکن ان برائیوں سے اور دیگر تمام خلافِ ادب امور سے طبیعت کو روکنے اور نیک اعمال پر آمادہ کرنے کے لئے صرف علم کافی نہیں، اس کے لئے سچی محبت کی ضرورت ہے

اور محبت کا بھی محض علم کافی نہیں۔ محبت پیدا کرنے والے اعمال کو تبکلّف اختیار کرنے سے محبت حاصل ہوتی ہے۔ اس رسالہ کی دوسری فصل میں محبت والے اعمال کی اہمیت اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ان کی قدر و قیمت کا بیان ہے۔ اور اس سے متعلق سلف صالحین کے چند واقعات کا تذکرہ ہے۔

فصلِ دوم

محبّت والے اعمال کی قدر و قیمت

چھوٹے چھوٹے اعمال میں محبت و ادب اور جانبداری کے جذبات

مختلف اعمال کے مختلف ثمرات ہوتے ہیں بعض اعمال کا درجہ فرائض و واجبات کا ہے اور ان کی فضیلت میں بڑے بڑے اجر و ثواب اور کثیر مقدار میں نیکیاں ملنے کا وعدہ ہے۔ اسی طرح بعض گناہ ہیں جن کا شمار بڑے بڑے گناہوں میں ہے۔ ان کے سرزد ہونے پر سخت عذاب اور خوفناک وعیدیں آئی ہیں۔ لہٰذا وعدہ اور وعید کے پیشِ نظر ثواب والے اعمال کی حرص ہونی چاہیئے اور کبائر سے بچنے کا بہت اہتمام کرنا چاہیئے۔

لیکن بعض معروف اور منکر امور ایسے بھی ہیں جو اپنی ذات اور حکم کے لحاظ سے واجبات اور کبائر سے کم درجہ کے ہوتے ہیں مگر ان کے ثمرات بہت عظیم ہوتے ہیں جس کی وجہ عموماً عامل کا اندرونی جذبہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مستحب عمل کا چھوڑنا جائز ہے لیکن اگر اس چھوڑنے میں لاپرواہی کا جذبہ ہو تو کچھ عرصہ کے بعد یہ سستی اور لاپرواہی کفر تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں تفسیرِ عزیزی کے حوالے سے لکھا گیا۔

اسی طرح بعض غیر وجوبی اعمال کا صدور محبت کے اندرونی جذبہ

کی وجہ سے بہت زیادہ ترقیات اور مغفرت کا سبب ہوتا ہے۔

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کہتے ہیں "مجھے ایک رائی کے دانے کے برابر اللہ تعالیٰ شانہٗ کی محبت زیادہ محبوب ہے اس ستر برس کی عبادت سے جو بغیر محبت کی گئی ہو۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بندوں کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ محبت ہے جو اللہ کے لئے ہو اور وہ بغض و عداوت ہے جو اللہ کے لئے ہو۔

نفلی عبادات کی کثرت کے بغیر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ قیامت کب ہو گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے جب نماز پڑھ چکے تو ارشاد فرمایا۔ قیامت کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تو نے اس (قیامت) کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اس کے لئے نہ تو بہت (نفلی) نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی زیادہ روزے رکھے ہیں، البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔ اور تو بھی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اُشْکُرْ لِقَآئِلِهٖ
فَذَالِکَ وَعْدٌ بِلَا خَلْفٍ وَّلَا خَطَلٖ

اور دیگر روایات میں ہے کہ اللہ کے لئے آپس میں محبت کرنے والے اللہ کے محبوب ہیں۔ وہ قیامت کے روز عرش کے سائے تلے ہوں گے اور نور کے منبروں پر جلوہ افروز۔ اور ان کے چہرے پُرنور رہوں گے۔ تفصیل اِن شاءاللہ مجالسِ درود شریف میں آئے گی۔

ایک بدیہی حقیقت

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حُبّ اور بغض کے معاملے میں تقابل کے موقع پر ہر ایک کو اپنے چاہنے والے پر زیادہ پیار آتا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اپنے حبیب اور محبوب کی جانبداری اور رورعایت کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔

چنانچہ اللہ جلّ شانہٗ نے اپنا ذکر کرنے والے کے متعلق فرمایا:۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ — پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

اور حدیثِ پاک میں (جیسا عمل ویسی جزا کے ضابطہ کے تحت) یوں آیا ہے کہ اگر تم اپنے جی میں یاد کرو گے تو میں بھی اپنے جی میں یاد کروں گا اور مجمع میں یاد کرو گے تو میں بھی فرشتوں کے مجمع میں یاد کروں گا۔ یعنی جس طریقے سے تم یاد کرو گے اس کے بدلہ میں میں بھی تم کو اسی طرح یاد کروں گا۔ لیکن اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں فرمایا جو ان پر ایک دفعہ درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجیں گے۔ یعنی جو ایک مرتبہ ان کے

لئے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، عنایتوں، نوازشوں کا سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ اپنی رحمتیں، عنایتیں اور نوازشیں فرمائیں گے۔

اس لئے جب کسی عمل میں اپنے نفس، اپنی جاہ اور دنیاوی یا اخروی منافع اور ثواب سے قطع نظر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کو ترجیح حاصل ہو یعنی اپنے دنیاوی واخروی ذاتی مطالب پر اللہ و رسول کی خوشنودی اور پسند کو ترجیح دی جائے اور دنیا و آخرت کے سارے ہی مفاد سے صرفِ نظر کر کے صرف رضا ہی طلب کی جائے تو اس عمل کے نتائج بہت عظیم ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرفداری میں طواف سے انکار

غزوہ حدیبیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے قاصد بنا کر سرداران مکہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ باوجود مسلمان ہونے کے مکہ میں بہت عزیز و باوقار تھے اور ان کے متعلق زیادہ اندیشہ نہ تھا اس لئے ان کو وہاں بھیجا گیا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو رشک ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کریں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں داخل ہوئے تو ابان بن سعید نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور ان سے کہا جہاں دل چاہے چلو پھرو، تم کو کوئی نہیں روک سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

مکہ کے سردار ابوسفیان وغیرہ سے ملتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام پہنچاتے رہے۔ جب واپس ہونے لگے تو کفار نے درخواست کی کہ تم مکہ میں آئے ہو طواف کرتے جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کروں۔ قریش کو اس جواب پر غصہ آیا اور انہوں نے حضرت عثمان کو روک لیا۔ مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اخیر دم تک (موت تک) لڑنے پر بیعت لی۔ جب کفار کو اس کی خبر پہنچی تو گھبرا گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو فوراً چھوڑ دیا۔

عظیم سعادت کی قربانی

حیاتِ صحابہ جلد دوم میں ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک کو چومنے لگے۔ اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ مجھے حکم فرمائیں جو آپ چاہتے ہیں اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے۔ حالانکہ وہ (طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ) بچے تھے۔ تو اس وقت ان سے فرمایا کہ جاؤ اپنے باپ کو قتل کر دو۔ تو وہ الٹے پاؤں نکلے کہ حکم بجا لائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور ان سے فرمایا آگے آؤ سنو میں ہرگز قطع رحمی کے لئے نہیں بھیجا گیا۔

پس اس کے بعد حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس موسمِ سرما میں ان کی عیادت کرنے سردی اور بادل میں تشریف لائے۔ پس جب واپس ہوئے تو ان کے گھر والوں سے فرمایا میں نہیں دیکھ رہا ہوں طلحہ کو مگر ان پر موت طاری ہو چکی ہے۔ میرا غالب خیال ہے کہ ان کی موت کا وقت قریب آچکا ہے۔ لہٰذا مجھے اس کی اطلاع کرنا تاکہ میں ان کے پاس آؤں اور جنازے کی نماز پڑھوں اور اس کام کو جلدی کرنا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف تک نہیں پہنچے کہ ان کی وفات ہو گئی اور رات اندھیری ہو گئی۔

پس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے (وفات سے پہلے) فرمایا کہ مجھے دفن کر دینا اور مجھے میرے رب عز وجل سے ملا دینا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا (راستہ میں چونکہ یہودیوں کی آبادی ہے) اس لئے کہ میں ان پر یہودیوں کا خوف کرتا ہوں کہ میری وجہ سے تکلیف میں پڑ جائیں۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح ہونے کے بعد خبر دی گئی تو تشریف لائے یہانتک کہ ان کی قبر کے بالکل قریب کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے ان کے ساتھ صف باندھ لی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! آپ طلحہ سے اس حال میں ملئے کہ وہ آپ کی طرف ہنس رہے ہوں اور آپ ان کی طرف ہنس رہے ہوں (یعنی ہنستے ہوئے راضی ہو کر ملاقات فرمائیں۔)

قدس سرہ اپنی جوانی کے عالم میں بادشاہِ وقت کے شاہی پہلوان تھے اور رستم زمان تھے۔ نماز روزہ کے پابند ایک شریف النفس اور سادہ آدمی تھے۔ کبھی کبھی کوئی بڑا پہلوان ان سے کشتی کا چیلنج کرتا تو کشتی کے نظارہ کے لئے خود بادشاہ سلامت، تمام وزراء اور مملکت کے معززین اور عوام و خواص ہزاروں کا مجمع اکھاڑہ کے گرد جمع ہو جاتا اور جنید کی بہادری پر عش عش کر اٹھتا۔

ایک دفعہ ایک سیّد زادے کو کچھ مالی تنگی پیش آئی وہ جنید پہلوان کی طبیعت کی شرافت سے واقف تھا۔ اس نے بادشاہ کے سامنے ان کے اس عظیم پہلوان سے کشتی کی پیش کش کی اور شاہی پہلوان کو پچھاڑنے کا دعوٰی کیا۔ اس کی صحت اور شکل وصورت پہلوانوں جیسی نہ تھی۔ اس لئے بادشاہ اول تو حیران ہوا لیکن جب اس نے چیلنج کیا تو بادشاہ نے سوچا شاید اس میں کوئی اندرونی طاقت یا کرتب ہوگا، دیکھنا چاہیئے۔ بادشاہ کے سامنے فضول جرأت میں سزا کا خطرہ بھی تھا۔ وقت طے ہو گیا۔ بادشاہ اور تمام تماش بین جمع ہو گئے۔ جنید اور وہ شخص اکھاڑہ میں اترے۔ پہلوانی دستور کے مطابق جب دونوں نے ہاتھ ملائے تو اس شخص نے جنید کے کان میں چپکے سے کہا۔ دیکھ میں سید ہوں اور تنگ حال ہوں۔ انعام چاہتا ہوں۔ آگے آپ کی مرضی۔ حضرت جنید نے کہا بس فکر نہ کرو۔ کشتی شروع ہوئی۔ جنید ڈھیلے ڈھیلے سے دو ہاتھ مار کر کسی بہانہ سے گر گئے اور یہ ان کے سینہ پر سوار ہو گیا۔ یعنی گویا پچھاڑ دیا۔ بادشاہ اور سارے تماش بین انگشت بدنداں رہ گئے کہ دُبلے پتلے شخص نے رستم زمان کو پچھاڑ دیا۔ بادشاہ نے سوچا کہ شاید کوئی اتفاقی بات ہوئی ہے اس لئے

حکم دیا کہ دوبارہ کشتی ہو۔ دوبارہ بھی یہی صورت ہوئی۔ بادشاہ نے اس آدمی کو مقررہ انعام دے کر رخصت کیا اور جنید کو تنہائی میں بلا کر پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ، ایسا کیوں ہوا۔ جنید کو واقعہ بتانا پڑا۔ اس پر بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ اصل پہلوان تم ہو کہ اپنی عزت وجاہ کو قربان کر دیا۔ اب تم جو بڑے سے بڑا انعام چاہو میں پیش کرتا ہوں۔ جنید نے جواب دیا کہ آپ سے کچھ نہیں چاہیئے جن کے لئے کیا ان کی خوشنودی میرے لئے کافی ہے۔ رات کو سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے میری اولاد کی خاطر اپنی جاہ کو پامال کیا۔ منہ کھولو۔ اپنا لعابِ دہن ان کے منہ میں ڈالا اور فرمایا۔ تم کو وقت کے تمام اولیاء اللہ کا سردار بنایا چنانچہ اسی لمحہ ان کو تمام علوم ومعارف حاصل ہو گئے اور وہ علوم ومعرفت کے امام قرار پائے۔ جبکہ عمر میں اپنے ہمعصر اولیاء میں سب سے چھوٹے تھے۔

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت وجانبداری

حضرت اقدس مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علم وفضل کا مقام اور ان کی خدماتِ دینیہ سے علماءِ کرام اس طرح واقف ہیں جیسے ائمہ مجتہدین سے عوام وخواص۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب قادیانیوں کے خلاف بہاولپور کے ایک بڑے جلسۂ ختم نبوت میں تشریف لے گئے۔ وہاں دورانِ تقریر یہ فرمایا کہ "ہمارا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی یہ بات یقین کے درجہ کو پہنچ چکی ہے کہ ہم سے تو گلی کا کتّا بھی اچھا ہے۔ مگر یہ بات شاید مغفرت کا سبب بن جائے کہ میں اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جانبدار بن کر

بہاولپور آیا ہوں" اس فقرہ کا تمام مجمع پر ایسا اثر ہوا کہ لوگ چیخیں مار کر رو پڑے
(از ملفوظات حضرت رائپوری رح)

قائد علماء حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے وصال کے بعد ایک بزرگ نے ان کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا گذری، فرمایا:۔

"ساری عمر علوم فقہ وحدیث کا درس دیا جو قبول ہوا۔ قانونِ اسلامی کے نفاذ کے لئے کوشش کی وہ بھی قبول ہوئی مگر نجات ختم نبوت کے سلسلہ کی خدمت پر ہوئی۔"

عقیدت کے جذبہ سے اللہ والے کی ایک زیارت

سلطان العارفین شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بصرہ میں سخت خشک سالی پھیلی۔ لوگ نماز و دعا اور گریہ و زاری کے لئے جا نکلے۔ ہزار چیختے چلّاتے ہیں مگر فریاد سنی نہیں جاتی آسمان پر بدلی کا نام نہیں۔ اتفاق سے کوئی شخص ادھر سے گذر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہزاروں اشخاص جمع ہیں، دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور آنکھیں کھلی ہیں۔ آنسو برس رہے ہیں لیکن پانی نہیں برستا۔ اس کی شفقتِ عام موجزن ہوئی۔

کہنے لگا اے اللہ بطفیل اس بھید کے جو ہماری آنکھ میں ہے، پانی برسا۔ اتنا کہنا تھا کہ جھوم کے بدلی آئی اور ٹوٹ کے پانی برسنے لگا۔

اس جماعت میں سے ایک شخص جو یہ سب کچھ دیکھا اور سن رہا تھا

دوڑتا ہوا اس کے پیچھے ہولیا۔یہانتک کہ ایک مقام پر پہنچ کر اس سے بات کرنے کا موقع مل گیا۔اس نے کہا۔اے شیخ عصر ہماری ایک عرض ہے وہ بولا، فرمائیے۔اس نے التماس کی کونسا سرّ حضور والا کی چشم مبارک میں پنہاں ہے جس کو شفیع لانے سے پانی فوراً برسا۔اس نے کہا۔اے بھائی! نہ ہم ولی نہ پیر نہ فقیر۔جیسے سب عوام الناس ویسے ہی ایک بندۂ گنہگار ہم بھی ہیں۔صرف اتنی سی بات ہے کہ ان آنکھوں نے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو بایزید سمجھ کر دیکھا ہے۔یہ دیکھنا جو رنگ نہ لائے یہ دیکھنا جو کمال ظاہر نہ کرے، تعجب ہے۔اگر باتیں ان بزرگوں کی دل کے لئے جان ہیں تو کل افعال و صفات ان کی بند کشا و حل کنندہ مہمات ہیں۔

(مکتوبات صدی)

محبوب کی ادا کو ثواب پر ترجیح دینا

حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کا معمول تھا کہ وتروں کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے تھے۔کسی شاگرد نے عرض کیا۔حضرت بیٹھ کر پڑھنے کا ثواب تو آدھا ہے۔حضرت نے فرمایا۔ہاں بھائی یہ تو مجھے بھی معلوم ہے مگر بیٹھ کر پڑھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ایک ذاکر شاغل مرید کو خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔فرمایا۔زکریّا فضائل درود شریف کی وجہ سے اپنے معاصرین پر

سبقت لے گیا۔

خواب دیکھنے والے کو تعجب ہوا کہ حضرت شیخ کی تو اور بھی بہت سی تصنیفی و تالیفی و تدریسی اونچی خدمات ہیں؟ اس پر دل میں یہ بات آئی کہ رسالہ فضائل درود شریف حضرت والا کے عشق نبوی کی دلیل ہے۔ (اس لئے اس پر یہ مرتبہ ملا)

اسی طرح اولیاء اللہ نے مکاشفہ میں دیکھا کہ فضائل درود شریف حضرت کی دیگر تمام تصانیف کے اوپر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھی ہوئی ہے۔

ادب و محبت کے خلاف عمل کا خوفناک نتیجہ

عبرت انگیز واقعہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی نوّر اللہ مرقدہ نے اپنے مکاتیب میں ایک بڑا قابلِ عبرت قصہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

میں ایک شخص کی عیادت کو گیا وہاں پہنچ کر دیکھا کہ انتقال کا وقت بالکل قریب ہے۔ میں نے اس پر توجہ ڈالی تو اس کے دل کو ظلمتوں سے بھرا ہوا پایا۔ ہر چند میں نے توجہ کی کہ اس کے دل سے یہ ظلمتیں دور ہو جائیں مگر دور نہ ہوئیں۔ بڑی دیر توجہ کے بعد محسوس ہوا کہ یہ ظلمتیں اہلِ کفر سے دوستی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں، یہ تو توجہ سے زائل نہ ہوں گی، جہنم کے عذاب ہی سے زائل ہوں گی۔ (مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم)

کس قدر خوف اور عبرت کا مقام ہے کہ بعض کدورتیں دل پر ایسی پیدا ہوجاتی ہیں کہ اللہ والوں کا تعلق جو اکسیر ہے وہ بھی ان کے مقابلہ میں بیکار ہوجاتا ہے

اِذَا ثَبَتَ الشَّیْئُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ	جب کوئی چیز بکمالہ ثابت اور موجود
لَوَازِمِہٖ وَانْتِفَآءِ مَوَانِعِہٖ	ہوگی تو اپنے تمام لوازمات اور موانع کے انتفار کے ساتھ ہوگی۔

ادھر تو محبت کا دعوٰی اور ادھر محبوب کے دشمنوں کے ساتھ میل ملاپ چاہے منجملہ ہی تعلق ہو، یہ کیسا؟ ھٰذَا الْعُمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ۔ شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تو ایسے دوست سے ہاتھ دھو لینے کو فرماتے ہیں ؎

بشوائے خردمند زاں دوست دست
کہ با دشمنانت بود ہم نشست

یعنی اگر تو عقلمند ہے تو ایسے دوست سے جو تیرے دشمنوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہو، ہاتھ دھولے یعنی اس سے دوستی کی امید مت رکھ اور دوستی اس سے ختم کرلے۔

منہ میں سانپ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ "آپ بیتی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بچپن میں اپنے سارے گھرانے بلکہ خاندان میں یہ معمول دیکھا کہ ہولی (جو ہندوؤں کا ایک تہوار ہے جس میں پانچ سات روز یہ لوگ ایک دوسرے پر رنگ پھینکتے ہیں) کے دنوں میں رنگا ہوا کپڑا نہیں پہنا جاتا تھا۔ عروس (دلہنیں) بھی سفید کرتیاں اور کالے

پاجامے پہنا کرتی تھیں۔ سُرخ رنگ سے بچنے کا بہت ہی اہتمام دیکھا تھا ایک بزرگ بہت ہی نیک پابند صوم وصلوٰۃ واوراد و وظائف تھے ان کے انتقال کے بعد ان کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ نہایت ہی پُرتکلف مکان ہے، نہایت عمدہ بستر ہیں، قالین ہیں، نہایت ہی پُرتکلف تخت پر آرام کر رہے ہیں، مگر ہونٹوں پر ایک چھوٹا سا سانپ کا بچہ لپٹ رہا ہے خواب دیکھنے والے نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ اس اعزاز و اکرام کے ساتھ یہ سانپ کیسا؟ انہوں نے کہا کہ ہولی کے زمانے میں میں نے پان کھا رکھا تھا اور ایک مریل سا گدھا سامنے کو جا رہا تھا۔ میں نے ایک پان کی پیک اس پر تھوک کر مذاقاً یہ کہہ دیا آج ساری دنیا رنگی ہوئی ہے، تجھے کسی نے نہ رنگا۔ تجھے میں رنگ دوں۔

موئے مبارک کا ادب کرنے کا نتیجہ ابو حفص سمرقندی اپنی کتاب رونق المجالس میں لکھتے ہیں کہ:۔

بلخ میں ایک تاجر تھا جو بہت زیادہ مالدار تھا، اُس کا انتقال ہوا، اس کے دو بیٹے تھے۔ میراث میں اس کا مال آدھا آدھا تقسیم ہو گیا لیکن ترکہ میں تین بال بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود تھے۔ ایک ایک دونوں نے لے لیا۔ تیسرے بال کے متعلق بڑے بھائی نے کہا کہ اس کو آدھا آدھا کر لیں۔ چھوٹے بھائی نے کہا ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک نہیں کاٹا جا سکتا۔ بڑے بھائی نے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ تینوں بال تو لے لے اور یہ مال سارا میرے حصے میں لگا دے چھوٹا بھائی

خوشی سے راضی ہوگیا۔ بڑے بھائی نے سارا مال لے لیا اور چھوٹے بھائی نے تینوں موئے مبارک لے لئے، وہ ان کو اپنی جیب میں ہر وقت رکھتا اور بار بار نکالتا ان کی زیارت کرتا اور درود شریف پڑھتا۔ تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ بڑے بھائی کا سارا مال ختم ہوگیا اور چھوٹا بھائی بہت زیادہ مالدار ہوگیا جب اس چھوٹے بھائی کی وفات ہوئی تو صلحاء میں سے بعض نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو کوئی ضرورت ہو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دعا کیا کرے (بدیع)

نزہۃ المجالس میں بھی یہ قصہ مختصر نقل کیا گیا ہے لیکن اس میں اتنا اضافہ ہے کہ بڑا بھائی جس نے سارا مال لے لیا تھا بعد میں فقیر ہوگیا تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا او محروم تو نے میرے بالوں میں بے رغبتی کی اور تیرے بھائی نے ان کو لے لیا۔ اور وہ جب ان کو دیکھتا ہے، مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے اس کو دنیا و آخرت میں سعید بنا دیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو آکر چھوٹے بھائی کے خادموں میں داخل ہوگیا۔

فصلِ سوم

گنہگار و آشفتہ حال عاشقانِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بشارتیں

یہاں گناہگاروں کے لئے مغفرت کی چند بشارتیں ذکر کی جاتی ہیں۔ لیکن یہ بشارتیں ان گناہگاروں کے متعلق ہیں جو اپنے آپ کو گناہگار، قصوروار سمجھتے ہیں اور شرمسار و عاجزانہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہیں۔ لیکن جو باغی ہیں اور بے فکری اور گھمنڈ سے گناہوں میں مبتلا ہیں ان کے لئے یہ بشارتیں نہیں۔ اس لئے کہ متکبرین کا جرم باغیانہ ہوتا ہے۔ اور باغی کے لئے کسی ضابطہ میں رعایت نہیں۔ چنانچہ حدیثِ پاک میں ہے کہ:۔

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

گناہگاروں کی ان دونوں قسموں میں شرعاً و عقلاً بڑا فرق ہے۔ دین کے معاملہ میں سزا اور انعام فوری نہیں اس لئے لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے جبکہ دنیاوی حکومتوں کے قوانین جلدی سمجھ آجاتے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں گذر چکا کہ کسی حکومت کا بڑے سے بڑا لائق شخص بھی اگر حکومت کے کسی دشمن سے دوستی اور تعلق رکھے یا ان کا ادنیٰ سا شعار اختیار کرے یا اپنی حکومت کے کسی ادنیٰ قانون کو نہ مانے تو وہ باغی اور قابل گردن زدنی ہے لیکن وفادار ادنیٰ شہری سے بڑے سے بڑا قصور بھی سرزد ہو جاتا ہے تو رحمدل حاکم معاف

کر دیتا ہے۔ ارحم الراحمین کی ذات چونکہ غنی ہے اس کے یہاں ایسے طبقہ کے لئے (جو ادب و محبت اور نسبت رکھنے والے ہیں اور اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی جانبداری ہیں غیروں کا لحاظ نہیں کرتے) ان کی بڑی بڑی غلطیاں اور گناہوں کے معاف ہونے کی بشارتیں آئی ہیں اور ان کے لئے معافی ہی معافی ہے۔ یہاں مختصراً وہ بشارتیں درج کی جاتی ہیں اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (سورۂ زمر)	اے میرے بندو جنہوں نے کفر و شرک کر کے، اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

اس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ احادیث میں ہے کہ گناہ چاہے سمندر کی جھاگوں کے برابر ہوں چاہے ریت کے ذرّات کے برابر ہوں، سب ایک دم معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ودود ہے یعنی محبت کرنے والا۔ رحیم ہے یعنی بے حد رحم کرنے والا۔ توّاب ہے یعنی بار بار توبہ قبول کرنیوالا۔ غفور ہے یعنی بہت بخشنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات لامتناہی ہیں۔ بندوں کے اعمال کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ محض لاشے ہیں۔

اب اگر کوئی کہے کہ گناہ کرنا تو انسان کی طبیعت میں ہے۔ وہ سارے ایک دم کیسے چھوٹ سکتے ہیں، تو عرض ہے کہ گناہ چھٹنے کا نہیں عرض کیا جا رہا، بلکہ بس ندامت کے ساتھ گذشتہ سے معافی اور آئندہ چھوڑنے کا ارادہ کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ بہت آسان ہے۔ بندہ کا اختیاری کام ہے۔ اب اگر اپنی کمزوری اور نفس کی شرارت سے دوبارہ گناہ سرزد ہو جائے یا جس بات کے چھوڑنے کا ارادہ کیا اس پر عمل نہ ہو سکے تو پہلی توبہ کے اثر یعنی گناہ کے ختم ہو جانے اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں آتی۔ چاہے ایک ہی روز سو دفعہ یہ معاملہ پیش آئے۔ یعنی بار بار گناہ کرے اور بار بار توبہ کرتا رہے۔ تو اس توبہ کو جھوٹی توبہ نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ سچ بولنا تو اپنے اختیار کی چیز ہے۔ جب بھی توبہ کرے سچی کرے اور پھر جب گناہ ہو جائے گا یا گناہ چھوڑنے کا جو ارادہ کیا تھا اس پر عمل نہیں ہوا تو یہ شمار میں دوسرا فعل ہو گا۔ اس سے پہلی توبہ کے عمل کا اجر ضائع نہیں ہو گا۔ اب توبہ کرے گا تو یہ ایک نیا عمل ہو گا۔

اس کے متعلق بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا "اللہ کے کسی بندے نے کوئی گناہ کیا، پھر اللہ سے عرض کیا کہ اے میرے مالک! مجھ سے گناہ ہو گیا مجھے معاف فرما دیجئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش

دیا اور اس کو معاف کر دیا۔ اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہ سے رکا رہا۔ اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ سے عرض کیا۔ میرے مالک مجھ سے گناہ ہو گیا تو اس کو بخش دے اور معاف فرما دے۔ تو اللہ تعالےٰ نے پھر فرمایا۔ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے، جو گناہ اور قصور معاف بھی کر سکتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف کر دیا اس کے بعد جب تک اللہ نے چاہا وہ بندہ گناہوں سے رکا رہا اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا اور پھر اللہ تعالےٰ سے عرض کیا اے میرے مالک و مولیٰ! مُجھ سے اور گناہ ہو گیا تو مجھے معاف فرما دے اور میرا گناہ بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے پھر ارشاد فرمایا۔ کیا میرے بندے کو یقین ہے کہ اس کا کوئی مالک و مولیٰ ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا اب جو اس کا جی چاہے کرے۔

دوسری جگہ یہ مضمون بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میری عزت و جلال کی قسم جب تک بھی یہ بندہ توبہ کرتا رہے گا میں اس کو بخشتا ہی رہوں گا اور توّاب تو اس کا نام مبارک ہے جس کے معنی ہیں بار بار توبہ قبول کرنے والا اور بہت بخشنے والا۔ اور بار بار توبہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ ۔ اللہ تعالیٰ بار بار توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ استغفار کرے پھر اگر دن میں

ستر مرتبہ پھر وہی گناہ کرے تو (اللہ کے نزدیک) وہ گناہ پر اصرار کرنے والوں میں نہیں ہے۔

وہ بازی خطا کی جتاتے رہیں ‏ ‏ میں ان کے بھروسہ پہ ہارا کروں

اور بعض توبہ کرنے والوں کے لئے تو یہاں تک فرما دیا گیا

أُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔ ‏ ‏ اللہ تعالےٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔

ایک طویل مشہور حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ توبہ کرنیوالے سے اللہ تعالےٰ اُس بندہ سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جو فرطِ مسرت میں اپنا ہوش ہی کھو بیٹھا ہو۔

ایک حدیثِ پاک میں ارشاد ہے:۔

كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ خَطَّاءٌ وَّخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ۔ ‏ ‏ (اپنے اپنے مرتبہ کے حساب سے) سب خطا کار ہیں اور بہترین خطاکار توبہ کرنے والے ہیں۔

لہٰذا یہ تو طے شدہ بات ہے کہ ہر شخص خطا کار ہے۔ کوئی ظاہری گناہوں میں اور کوئی باطنی گناہوں میں جو نظر نہیں آتے۔ اور کوئی کم، کوئی زیادہ۔ اور ہر ایک کا گناہ اس کے مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہم سب کو توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ کہ توبہ کرنیوالوں کو عظیم و کریم ذات نے بہترین قرار دیا ہے۔

اگرچہ ہماری توبہ بھی برائے نام توبہ ہوتی ہے۔ کیونکہ توبہ کی اکثر شرائط ندامت و حضورِ قلب وغیرہ میں کمی ہوتی ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے

کہ ہمارا استغفار خود استغفار کا محتاج ہے۔ بہرحال توبہ کے بعد بھی عفو و رحمت کی سب کو ضرورت ہے اور وہ موجود ہے۔

اپنی رحمت کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ — اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو۔

اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:۔

کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ — اللہ کریم نے رحمت کرنے کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے۔

اور ارشاد ہے:۔

سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ وَاَنَا اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ — میرے غضب پر میری رحمت غالب ہے، اور میں تمام رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحیم ہوں۔

اور ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ — یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت شفیق، مہربان ہیں۔

اور ارشاد ہے:۔

وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ — اور وہی بڑا بخشنے والا اور بڑی محبت کرنے والا ہے۔

اور ارشاد ہے:۔

یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ — جسکو چاہے اپنی رحمت خاصہ کے ساتھ

مخصوص کرے۔

یعنی یہ تو اللہ کی مرضی پر ہے۔ مگر جس شخص پر رحمت ہوتی ہے اس کی علامت اعمالِ صالحہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝	اللہ کی رحمتِ خاصہ نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

من القصیدۃ:۔

يَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِيْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ اِنَّ الْكَبَائِرَ فِي الْغُفْرَانِ كَاللَّمَمِ	اے عاجز بندے تو بڑے گناہوں کی وجہ سے ناامید نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کریم و رحیم کی بخشش کے آگے بڑے بڑے گناہ مثل چھوٹے گناہوں کے ہیں (جو بغیر توبہ ہی کے معاف ہوتے رہتے ہیں۔ بشرطیکہ حقیقت میں صغیرہ ہی ہوں کیونکہ بہت سے صغائر کبائر کے حکم میں ہو جاتے ہیں)
لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّيْ حِيْنَ يَقْسِمُهَا تَاْتِيْ عَلٰى حَسَبِ الْعِصْيَانِ فِي الْقِسَمِ	امید ہے کہ جب اللہ کریم اپنی رحمت کو تقسیم فرمائے گا تو وہ رحمت گنہگاروں کو گناہوں کے موافق حصہ میں آئے گی۔
يَا رَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِيْ غَيْرَ مُنْعَكِسٍ لَدَيْكَ وَاجْعَلْ حِسَابِيْ غَيْرَ مُنْخَرِمِ	اے میرے اللہ کریم! میں پُر امید ہوں اس کے خلاف نہ کرنا، اور اپنے انعامات و عنایات ہمیشہ جاری رکھنا کہ یہ کھاتہ کبھی بند نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت کا ظہور اس طرح فرمایا کہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن میں وعدہ فرمایا ہے:۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى   آگے دیگا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیتیں پڑھیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام (سورہ ابراہیم آیت ۳۶) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (المائدہ آیت ۱۱۸) کی دعائیں اپنی اپنی امت کے لئے مذکور ہیں۔ اور (دعا کے لئے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا "اے اللہ! میری امت، میری امت" حق تعالیٰ نے فرمایا، اے جبرئیل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور یوں تو تمہارا پروردگار جانتا ہی ہے اور ان سے پوچھو، آپ کے رونے کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے آپ سے پوچھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا، ان کو بتلایا یعنی اپنی اُمت کی فکر۔ حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور کہو کہ "آپ کو آپ کی اُمت کے معاملہ میں خوش کر دیں گے۔ اور رنج نہ دیں گے۔"

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

عجب نہیں تیری خاطر سے تیری اُمت کے   گناہ ہو دیں قیامت کو طاعتوں میں شمار
بکیں گے آپ کی اُمت کے جرم ایسے گراں   کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہونگی نثار

شیوہ ہے کریموں کا نبھانا اپنے چاکر کا

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی شام کو مغفرت کی دُعا کی جو اس طرح قبول ہوئی کہ "سب گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں بجز حقوق العباد کے، ظالم سے مظلوم کے حقوق ضرور وصول کروں گا۔"

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پھر دُعا کی کہ :-

"اے رب اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو اس کے حق کا عوض جنت سے دے کر ظالم کو بخش دیں۔"

سو اس شام کو یہ دُعا منظور نہیں ہوئی۔ جب مزدلفہ میں صبح ہوئی، پھر دُعا کی، سو منظور ہوگئی۔ سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندہ یا تبسم فرمایا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ :-

"ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس وقت تو کوئی ہنسنے کا موقع معلوم نہیں ہوتا، کس سبب سے آپ ہنستے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے۔"

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ :-

"عدوّ اللہ ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے میری دُعا قبول کرلی اور میری امت کی مغفرت فرمادی تو خاک لے کر سر پر ڈالنے لگا

اور ہائے واویلا کرنے لگا۔ سو اس کی گھبراہٹ کو دیکھ کر ہنسی آگئی"۔ (مشکوٰۃ)

لمعات میں ہے کہ مراد اس سے وہ حقوق العباد ہیں، جن کے ایفار کا قصد مصمم ہو۔ مگر ایفار سے عاجز ہوگیا۔ حق تعالیٰ خصمار کو قیامت میں راضی فرما دیں گے۔

بس اللہ تعالیٰ اپنوں میں شامل رکھے، اپنے دشمنوں یعنی کفار میں نہ کرے تو ربِّ کریم کی رحمت ہی رحمت ہے اور کریم ذات سے امید ہی امید ہے اور گنہگاروں لیکن اپنوں کی تو ربِّ کریم کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس انداز سے شفاعت فرمائیں گے کہ "یہ تو میرے ہیں" شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (الحدیث) اللہ ہمیں ان ہی میں رکھے، ان کے دشمنوں سے ہمارا جوڑ نہ ہو۔ پھر دنیا و آخرت کی دائمی زندگی میں راحت ہی راحت ہے۔

ع دو کریموں میں امیدوں کا سہارا مل گیا۔

یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

محبت اور اپنے ہونے کا مطلب

جو کچھ بشارتیں اور امیدیں مختصر بیان ہو چکیں۔ اور ان کی تفصیل اور بھی زیادہ ہے، ان کے مطابق حسنِ ظن رکھنا چاہیئے۔ یہ حسنِ ظن یقین کی

طرح پکا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ حدیثِ قدسی میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَا شَآءَ۔ — میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق معاملہ کرتا ہوں اسلئے جیسا چاہے میرے ساتھ ظن کرے۔

اس سچے وعدے کی بنا پر بندے کو اختیار ہے کہ اپنی خستہ حالی اور گناہوں کے باوجود اپنے لئے جنت الفردوس مانگے، بلا حساب کتاب جنت مانگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی امید رکھ لے، سب درست ہے۔ ان شاء اللہ اللہ پاک اسی طرح کر دیں گے۔

یہاں ظن کے بجائے یقین کا لفظ اس لئے نہیں لکھا جاتا کہ اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں کے بھید سے خوب واقف ہیں۔ کسی کو بعض اوقات اپنی سچی محبت اور اپنے تعلق کے متعلق دھوکہ بھی ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ اپنی منافقت اور بے تعلقی کو اپنا تعلق اور محبت سمجھ لیتے ہیں۔ آخرت میں یہ سب راز کھل جائیں گے۔ اس لئے آدمی کو ڈرتے رہنا چاہیئے۔

یہاں ہم اللہ سے تعلق کے درجے اور محبت کی سچائی کی کچھ علامات لکھتے ہیں تاکہ سچائی کی علامت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اور مانگتے رہیں۔ پھر تو بشارتوں پر امید رکھنا صحیح ہوگا۔ ورنہ جھوٹی امیدیں جن کو صرف تمنا کہا جاتا ہے جس پر کوئی بشارت اور کوئی وعدہ نہیں۔ یہ تمنا منافق لوگ بھی کرتے ہیں جو کہ ایک قسم کا مذاق ہے اور اس پر وعیدیں آئی ہیں۔

سچّی مگر بیمار محبّت

یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی محبت میں سچا ہو مگر اس کی محبت محض تعریف اور ثنا خوانی تک محدود ہو اور اس کے اعمال خراب ہوں۔ ایسی صورت میں آدمی شرمندہ ہوتا ہے اور اپنے آپ کو قصور وار سمجھتا ہے۔ بار بار توبہ کرتا ہے، ڈرتا ہے لیکن محبت اور تعلق کی بنا پر امیدیں بھی رکھتا ہے۔ یہ سچّی محبت ہے اگرچہ کمزور اور بیمار ہے۔ اس میں خطرہ ہوتا ہے کہ تعلق اور محبت خدانخواستہ کبھی ٹوٹ جائے یعنی خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ اور خاتمہ ہی کا اعتبار ہے۔ اگر ایمان پر خاتمہ نہ ہوا تو نہ کوئی شفاعت ہے نہ بخشش کی امید ہے، نہ اس کی تلافی کی صورت ہے۔ گناہوں کے ساتھ اس محبت کے معتبر اور سچے ہونے کی شرائط میں اکثر لوگوں کو مغالطہ لگ جاتا ہے۔ اس لئے اس کی سچائی کی نوعیت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ بعض لوگوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے۔ ان کو بزرگوں کی صحبت حاصل نہیں ہوتی۔ ذکر اللہ سے غفلت ہوتی ہے اور وہ دنیا داری میں بہت مشغول ہوتے ہیں۔ اس لئے شیطان کا غلبہ جلد ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف نفس گناہوں کا خوگر ہوتا ہے۔ باوجود بار بار توبہ کرنے اور پشیمان ہونے سے بھی ان سے گناہ نہیں چھوٹتے۔ اور وہ اعمال صالحہ باوجود خواہش کے نہیں کر سکتے۔ بعض دولتمند غلط معاشرے میں دبے ہوئے ہوتے ہیں اور وقتی طور پر جذبات یا خوف یا وہمی لالچ، حسد، بغض جملہ باطنی رذائل، شہوات وغیرہ کے غلبہ اور غفلت کی وجہ سے اُن سے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اندرونی طور پر وہ اپنی حالت پر پشیمان ہوتے

ہیں اور بار بار توبہ کرتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں اور گناہوں پر اطمینان سے جمے نہیں رہتے۔ ساتھ ہی محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ جس میں کچھ اعمال تو حرفِ مدح وثنا وغیرہ زبان سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ محبت والے ایسے اعمال بھی کرتے ہیں جن سے ان کے نفس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ مثلاً خیرات کرنا، بزرگوں اور اولیاء اللہ کی تعظیم کرنا، مختلف ناموں سے ذکر مبارک اور دینی مجالس اور دینی تقریبات قائم کرکے خوشی منانا وغیرہ وغیرہ۔ ان کی محبّت کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ ان کی محبت کمزور اور بیمار ہوتی ہے۔ جس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ انہی رند قسم کے لوگوں کی محبت بعض موقعوں پر یہاں تک رنگ دکھاتی ہے کہ جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جبکہ ہر وقت تقوٰی تقوٰی پکارنے والے منافقت شعار پارسا تاویلیں کرکے اپنی جان بچا لیتے ہیں ؎

گناہ آئینۂ عفو و رحمت است اے دوست
مبیں بچشمِ حقارت گناہ گاراں را

مرتکب کبیرہ کی محبت بھی سچّی ہو سکتی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب پینے کے جرم میں سزا دی۔ پھر وہ ایک دن حاضر کیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سزا کا حکم دیا ایک شخص نے مجمع میں سے کہا "اے اللہ اس پر لعنت کر" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اس پر لعنت مت کرو۔ واللہ میرے علم میں یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (بخاری)

اس حدیث شریف کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نشر الطیب میں نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس حدیث سے چند امور ثابت ہوئے۔ ایک بشارت مذنبین کو کہ ان سے اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کی نفی نہیں کی گئی۔ دوسرے تنبیہہ مذنبین کو کہ نری محبت سزا سے بچنے میں کام نہ آئی۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس سے عظمت ثابت ہوتی ہے اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کی، کہ اس کا ایک شمہ بھی گو مقرون بالمعاصی ہو، مانع عن اللعنۃ ہے تو اس کا کامل اور خالص درجہ کیسا کچھ مؤثر ہوگا۔ ؎

جرعۂ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

محبّت کے جھوٹے دعویدار

محبت کا زبانی اظہار کرنے والوں میں مذکورہ بالا قصوروار پشیمان، گنہگار، توبہ کرنیوالوں لیکن گناہوں سے نہ بچ سکنے والوں کے برخلاف ایک قسم ایسی بھی ہے جو محبت کا محض جھوٹا دعوٰی کرتے ہیں جس میں رتی بھر محبت نہیں ہوتی۔ یہ لوگ بے فکر ہو کر اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی اور اللہ تعالےٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کاموں سے نفرت ہے اور جن کی ممانعت آئی ہے ان کو بلا تکلف نڈر ہو کر کرتے ہیں۔

اپنی شکل و صورت میں دشمنوں کے فیشن اختیار کرتے ہیں متکبّرانہ، باغیانہ، کفریہ حالت کے ساتھ محبت کے دعوے بالکل جھوٹے اور ریاکاری ہیں کیونکہ بغاوت اور قصور دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بغاوت معاف نہیں ہوتی، قصور معاف کیا جاتا ہے جس کو ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔

سچّی اور پکّی محبّت وہ ہے جس میں کامل اتباعِ سنت اور اللہ جلّ شانہٗ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی منع کردہ باتوں سے پورا پورا اجتناب کرنے کی کوشش اور کوتاہی ہونے پر توبہ کرتے رہنا اور اس حالت میں ڈرتے بھی رہنا اور پوری پوری امیدیں بھی رکھنا اور اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، ادب و ثنا میں رطب اللسان رہنا اور اس سلسلے میں مجالس قائم کرنا اور جائز خوشیاں منانا چاہیے اس کو میلاد شریف کا نام دیں یا جلسۂ سیرت پاک یا مجالس ذکر و درود پاک یا نعت اور قصیدہ خوانی کا نام دیں، یہ سچا تعلق اور پائیدار محبت کہلاتی ہے۔ اِن شاء اللہ اس کے ٹوٹنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اور اللہ کے فضل سے ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اور ہم سب کا ایمانِ کامل پر خاتمہ ہو۔ آمین۔

حُبُّ النّبی صلّے اللّٰہ علیہ وسلّم کی سب سے بڑی علامت

اتباعِ سنت میں ایک مغالطہ

جس طرح کلمہ پڑھنے والے اور ارکانِ اسلام پر عمل کرنیوالوں میں سچّے مسلمان، مخلص مومن بھی ہوتے ہیں، اسی طرح انہیں میں بعض پکے منافق بھی ہوتے ہیں جن کا نفاق ان کے دوسرے اقوال وافعال سے ظاہر ہوجاتا ہے یہ کفار سے بدتر ہیں۔ ان میں ایمان یا ایمان کی کوئی شرط مفقود ہوتی ہے۔

منافقین کا یہ طبقہ ہمیشہ سے رہا ہے۔ مثلاً ہمارے زمانہ میں قادیانی فرقہ علمارِ اسلام کے نزدیک بالکل کافر ہے۔ یہ لوگ کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔ اعمالِ اسلام کو بھی اختیار کرتے ہیں لیکن نبوت کے بارے میں صرف ایک مسئلہ ختم نبوّت کے انکار کی وجہ سے ان کا سارا اسلام ہی کالعدم ہوگیا اور وہ مرتد کہلائے اور اسلام کے لئے وہ کفار سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔ اور جھوٹے مدعی نبوت کو مسلمان یا مجدد ماننے والے بھی اس زمرہ میں کافر قرار دئے گئے۔ حسبِ مراتب دیگر گمراہ فرقے خوارج، روافض وغیرہ کا بھی یہی حال ہے۔

عقیدۂ ختمِ نبوت کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وادب اور تعظیم واحترام بھی ایمان کے لئے لازم ہے۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں اس بارے میں احادیثِ مبارکہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اور علمارِ سلف کے اقوال گذر چکے۔ اس لئے ادب واتباع وہی معتبر ہے جس کا منشأ ومبدأ ایسی محبت ہو جو باقی سب محبتوں پر غالب ہو۔

ارشادِ خداوندی ہے :-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (سورۂ بقرہ)	اور جو مومن ہیں ان کو (صرف) اللہ تعالےٰ کے ساتھ نہایت قوی محبت ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت میں مندرج ہے۔

اسی لئے فرمایا :-

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔	تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا اس وقت تک جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والد، اسکی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

لہٰذا محبت کے بغیر سنت کے افعال کو اپنانا مطلوب اور اصطلاحی اتباعِ سنت نہیں کہلائے گا بلکہ وہ عمل مصالح اور اغراض کی بنا پر صادر ہو گا۔

ہمارے زمانہ میں حبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر اور بے ادبوں کے مستقل علمبردار بھی ہیں۔ اور ان سے متاثر عوام مسلمان بھی بہت ہیں جو بے ادبوں کی ظاہری شکل وصورت اور نام نہاد توحید کے دعوؤں سے دھوکہ میں آکر اپنا ایمان خراب کرتے ہیں۔ یہ توہینی فرقے اور ان سے جوڑ رکھنے والے اپنے سنت کے مشابہ اعمال کو اپنے مخلص ہونے اور اللہ تعالےٰ سے محبت ہونے کی دلیل میں پیش بھی کرتے ہیں۔ لیکن ان کے دوسرے توہینی افعال واقوال ان کے اندرونی نفاق کا پتہ دیتے ہیں۔ جس کی بنا پر ان کے یہ اسلامی اعمال محض

صورتِ بے جان ہیں۔ اس کو اتباعِ سنت نہیں کہا جا سکتا۔

واضح رہے کہ جیسے ایک نبی علیہ السلام کا انکار سب نبیوں کا انکار ہے ایسے ہی کسی نبی علیہ السلام کی ایک ثابت شدہ خصوصیت یا اس کے ایک حق کا انکار نبوت پر سارے ایمان کے منافی ہو جاتا ہے اور بغیر ایمان بالرسالت کے کسی کا کوئی عمل معتبر نہیں۔

لہٰذا سچا ادب، سچی اتباع سنت کا سچی محبت و تعظیم کے بغیر تصور نہیں

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے نعتیہ اشعار

رگ رگ میں محبت ہو رسولِ عربی کی　　جنت کے خزائن کی یہ بیعِ سَلَم ہے
وہ رحمتِ عالم ہے شہِ اسود و احمر　　وہ سیدِ کونین ہے آقائے اُمم ہے
وہ عالَمِ توحید کا مظہر ہے کہ جس میں　　مشرق ہے نہ مغرب ہے عرب ہے نہ عجم ہے

دل نعتِ رسولِ عربی کہنے کو بے چین
عالم ہے تحیّر کا زباں ہے نہ قلم ہے

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ کے نعتیہ اشعار

محمدؐ ہیں ممدوحِ ذاتِ خدا　　محمدؐ کا ہو وصف کس سے ادا
محمدؐ سا مخلوق میں کون ہے　　اسی کا طفیل ہے یہاں جو ن ہے
نہ پیدا اگر ہوتا احمد کا نور　　نہ ہوتا دو عالم کا ہر گز ظہور
محمدؐ خلاصہ ہیں کونین کا　　محمدؐ وسیلہ ہیں دارین کا
محبت محمد کی رکھ جان میں　　محمدؐ محمدؐ کہہ ہر آن میں
محمد کی اُلفت سے اور چاہ سے　　ملے گا تو امداد اللہ سے

آگے فصلِ چہارم میں سچی محبت پیدا کرنیوالے چند اعمال لکھے جاتے ہیں جو مختصر ہیں، آسان ہیں اور متفق علیہ ہیں۔ اور اجتماعی طور پر مجلس کی صورت میں ان پر عمل کرنا بہت آسان اور بہت نافع ہو سکتا ہے۔ ہمت کر کے عمل کی کوشش کریں۔ ہر کام میں خواہ وہ دنیوی ہو یا دینی، شروع میں اس کے لئے کچھ ہمت اور ارادہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر کام میں لگنے کے بعد ہمت میں اور قوت آجاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ حدیثِ پاک میں اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

جو بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس کی طرف دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

مجالسِ ذِکر

اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقیّد رکھا کیجئے۔ جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ ...... الآیۃ نازل ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کہ جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے

کا حکم ہے۔

حضرت حکیم الامت اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ مطلب نہیں کہ جب تک یہ لوگ نہ اُٹھیں آپ بیٹھے رہا کیجئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بدستور سابق ان کو اپنی طویل مجالست سے مشرّف رکھیئے رکہ جس سے افادہ واستفادہ دونوں ہوتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے۔ یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔

مسجد نبوی شریف میں مجلسِ ذکر اور مجلسِ علم

حضرت عبداللہ بنِ عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ مسجدِ نبوی شریف میں ذکر اور تعلیم کے ۲ دو حلقے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حلقوں کا خیر پر ہونا فرمایا۔ اور بغرض تعلیم تعلیمی حلقہ میں تشریف فرما ہوئے اور اس کو افضل بھی فرمایا۔ افضلیت سے قطع نظر ذکر کے حلقہ کا بھی خیر ہونا اس حدیث سے اور اس کے ساتھ بیٹھنا حضرت عبدالرحمٰن والی مذکورہ حدیث سے ظاہر ہے۔

الحمد للہ ہمارے حضرات جو اتباعِ سنت کے حریص ہیں، ان کی مجالسِ

ذکر میں دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ اوقات ہیں۔ کیونکہ مجلسِ علم کی افضلیت اس وقت ہے جب کہ وہ اخلاص سے ہو اور اخلاص کا حصول صحبت صالحین اور ذکر ہی سے ہوتا ہے۔ لہذا مجلس میں علم و ذکر دونوں کا اہتمام ہونا چاہیئے۔

مجالسِ ذکر میں شرکت کیلئے فرشتوں کا بلانا

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالی جماعت ملتی ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بُلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں۔ اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ بھی اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

مجالسِ ذکر جنت کے باغ ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو"۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنّت کے باغ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا "ذکر کے حلقے"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ذکر کی مجلسوں کی غنیمت (فائدہ) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ذکر کی مجلسوں کی غنیمت جنت ہے۔ (موطا امام احمد)

مجلسِ ذکر میں ذاکرین کی برکت

پاس بیٹھنے والا غیر ذاکر بھی بخشدیا گیا

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنے والی جماعت ملتی ہے تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں، پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح و تکبیر و تحمید بیان کرنے میں مشغول تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے؟ عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت

چاہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالےٰ ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جنّت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ دیکھا تو نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنّا اور اس کی طلب میں لگ جاتے۔ پھر جناب باری عزّ اسمہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر دیکھتے تو کیا ہوتا۔؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے۔ یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا۔ (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

اللہ کی محبت میں جمع ہونا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لئے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں اور میری

وجہ سے اور میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھیں اور میری وجہ سے باہم ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت میں اللہ تعالٰی ارشاد فرمائیں گے۔ کہاں ہیں میرے وہ بندے جو میری عظمت وجلال کی وجہ سے آپس میں الفت ومحبت رکھتے تھے۔ آج جب کہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں میں اپنے ان بندوں کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔

فائدہ: اللہ کی محبت میں جمع ہونے اور اللہ کے لئے آپس میں الفت و محبت رکھنے میں مجلس ذکر والے ذاکرین بطریقِ اولیٰ شامل ہیں جیسے کہ مندرجہ ذیل روایت میں مذکور ہے۔

مجالسِ ذکر والے نور کے منبروں پر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

قیامت کے دن اللہ تعالٰی بعض قوموں کا حشر ایسی طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں پر نور چمکتا ہوا ہوگا۔ وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کرتے ہوں گے۔ وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے۔ کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان کا حال بیان فرما دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے، مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہو گئے ہوں۔

مجالسِ ذکر کے چند اور فضائل

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما دونوں اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانک لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ جلّ شانہٗ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر کے طور پر فرماتے ہیں۔

ابو رزین ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں، ان کو مضبوط پکڑ۔ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہوا ور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو وہ مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کے لئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے۔

ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر اللہ میں داخل ہے

یہ بات ملحوظ رہے کہ ان مجالس ذکر اللہ میں جو تلاوت، درود شریف، ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے، یہ سب ذکر اللہ میں شامل ہے۔ تلاوت کا ذکر اللہ میں ہونا تو ظاہر ہے۔ درود شریف میں اللہ تعالیٰ سے سوال ہوتا ہے کہ وہ اپنی خاص رحمتیں اور نوازشیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمائے اس لئے یہ بھی ذکر اللہ میں داخل ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام ابن قیم رحمہ اللہ نے "جلاء الافہام" باب رابع میں درود وسلام کے فوائد وفضائل میں ذکر اللہ کے فضائل ذکر فرمائے ہیں۔ اور پھر تحریر فرماتے ہیں۔

وَذِکْرُ رَسُوْلِہٖ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
وَسَلَّمَ تَبَعٌ لِّذِکْرِہٖ۔	ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے تابع ہے

اسی طرح مجلس درود شریف کے باقی معمولات بھی مجلسِ ذکر کی فضیلت میں داخل ہیں۔

مجالسِ ذکر کی اقسام اور نوعیت

گذشتہ اوراق میں مجلس ذکر کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں وہ ہر قسم کی مجلسِ ذکر کو شامل ہیں۔ خواہ وہ ذکرِ جہری کی مجلس ہو خواہ ذکرِ خفی کی خواہ رابطۂ ذکر یعنی حلقۂ توجہ شیخ ہو خواہ تلاوتِ قرآن، درود شریف وغیرہ اوراد کی ہو بلکہ جو چیزیں ثواب کے لحاظ سے مجازاً ذکر اللہ میں شامل ہیں، ان میں

اجتماعی شرکت سے بھی ان شاء اللہ برکاتِ مجلس حاصل ہو جائیں گی کیونکہ یہ تو اللہ کی یاد ہے خواہ وعظ و تذکیر ہو یا تسبیح و تحمید ہو۔ یا معروف ذکر ہو، اللہ کی نسبت سے قلوب کے ایک جگہ اکٹھا ہونے اور ایک طرف مجتمع ہونے کی برکات ہیں۔

مشروعیت و مطلوبیت مجالسِ ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم (جو مجمع میں سنانے کے لئے تالیف فرمائی اس) کی وجہ تالیف میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"آجکل فتن ظاہری جیسے طاعون و زلزلہ و گرانی و تشویشاتِ مختلفہ کے حوادث سے عام لوگ اور فتن باطنی جیسے شیوع بدعات والحاد و کثرتِ فسق و فجور سے خاص لوگ پریشانِ خاطر اور مشوش رہتے ہیں۔ ایسے آفات کے اوقات میں علماءِ امت ہمیشہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیفِ روایات و نظم مدائح و معجزات اور تکثیر سلام و صلوٰۃ سے توسل کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ بخاری شریف کے ختم کا معمول اور حصنِ حصین کی تالیف اور قصیدہ بردہ کی تصنیف کی وجہ مشہور و معروف ہے۔ میرے قلب پر بھی یہ بات وارد ہوئی کہ اس رسالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و روایات بھی ہوں گے۔ جابجا اس میں درود شریف بھی لکھا ہوگا، پڑھنے سننے والے بھی اس کی کثرت کریں گے، کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ ان تشویشات سے نجات دیں

(چنانچہ قصبہ تھانہ بھون طاعون وغیرہ سے محفوظ رہا) چنانچہ اسی وجہ سے احقر آجکل درود شریف کی کثرت کو اور وظائف پر ترجیح دیتا ہے اور اس کو اطمینان کے ساتھ مقاصد دارین کے لئے زیادہ نافع سمجھتا ہے۔ اور اس کے متعلق ایک علم عظیم کہ اب تک مخفی تھا، ذوقی طور پر ظاہر ہوا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔ اور نیز رسالہ ہذا میں جو ذکر حالات ہو کر حالات سے معرفت اور معرفت سے محبت اور محبت سے قیامت میں معیت اور شفاعت کی امید یں اعظم مقاصد سے ہیں" اھ

اور نشر الطیب فصل ۳۹ میں آیت شریفہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور روایاتِ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

حق تعالیٰ کے ارشاد سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے، صحابہ وتابعین رحمہم اللہ کے عمل سے اس ذکر شریف (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل، خصائص اور شمائل سننا سنانا اور اس کے لئے بلانا اور اس کی کثرت وتکرار) کا مندوب ومحبوب ہونا معلوم ومفہوم ہوا۔ (نشر الطیب ص ۳۹)

اور حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ "المهند" میں فرماتے ہیں:۔

"وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہو ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے، خواہ ذکر ولادتِ شریفہ ہو یا آپ کے بول وبراز، نشست وبرخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو۔"

اس لئے اکابر علماء وصلحاء کا شب وروز یہی مشغلہ رہا اگرچہ صورت مختلف رہی۔ چنانچہ ذکر اللہ اور درود شریف کی حیرت انگیز غیر معمولی کثرت تو سارے ہی اکابر میں رہی۔ خواص کا لاکھوں کا اور عوام کا ہزاروں کی تعداد میں معمول رہا۔ مگر گذشتہ نصف صدی سے مادیت کے غلبہ اور اوقات میں بے برکتی اور ہمتوں کی کمزوری کی وجہ سے انفرادی طور پر ذکر میں سستی اور کمی ہونا شروع ہوئی۔ تو عام طور پر اجتماعی ذکر کو اختیار کیا گیا۔ مجلس کے فوائد میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "التکشف" میں تحریر فرماتے ہیں :۔

ابو داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں مجتمع ہوا کوئی مجمع کسی گھر میں اللہ کے گھروں میں سے کہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہوں اور باہم اس کو پڑھتے پڑھاتے ہوں مگر نازل ہوتی ہے ان پر کیفیت تسکینِ قلبی اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور گھیر لیتے ہیں ان کو ملائکہ اور ذکر فرماتے ہیں ان کا اللہ تعالیٰ ان (ارواح وملائکہ) میں کہ جو اللہ کے پاس ہیں۔

(ف) عادۃً ذکر حلقہ، بہت سے ذاکرین کے ایک جگہ جمع ہونے سے دلچسپی ذکر سے، اور تعاکس انوار قلوب میں، اور نشاط اور ہمت کا بڑھنا اور سستی کا رفع ہونا اور مداومت میں سہولت وغیرہ منافع حاصل ہوتے ہیں اس کو ذکرِ حلقہ کہتے ہیں۔ اس حدیث میں (اسی طرح گذشتہ احادیث میں) اس کی اصل مع اشارہ کے اس کی برکات کی طرف موجود ہے۔

مجلسِ ذکر کے یہی فوائد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ بھی بیان فرماتے

تھے۔ جبکہ ابتداءً خود حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے یہاں ہم لوگ انفرادی ذکر کرتے تھے۔ مقررہ وقت پر اجتماعی ذکر کی صورت نہ تھی۔ پھر ضرورت کی بنا پر حضرت نے مجالس ذکر قائم فرمائیں اور مجالسِ ذکر کے احیاء و فروغ پر بہت زور دیا۔ اسی سلسلہ میں طویل اسفار فرمائے اور خدام کو اس کی بہت ترغیب دی (تفصیل کے لئے رسالہ "حضرت شیخ اور مجالسِ ذکر" کا مطالعہ کریں)

اسی طرح حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے یہاں بھی شروع میں مجلسِ ذکر نہ تھی، بعد میں ہوئی۔ البتہ بہت سے مشائخ نقشبندیہ کے یہاں پہلے سے حلقہ ذکر یا مجلسِ ذکر قائم تھیں۔ اسی طرح حضرت مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ اجلّ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعہ اشرفیہ میں پہلے مجلس درود شریف نہیں تھی، بعد میں ہوئی۔ اور جامعہ خیر المدارس جس کی پاکستان میں ایک ممتاز حیثیت ہے، اس میں بھی مجلسِ ذکر و درود شریف کا سلسلہ جاری ہے۔ گذشتہ رمضان ۱۴۱۴ھ میں وہاں ایک کروڑ مرتبہ درود شریف حضرت مفتی عبدالستار صاحب کی زیرِ نگرانی پڑھا گیا۔ علیٰ ہٰذا القیاس مدرسہ بنوری ٹاؤن اور دارالعلوم کراچی اور دوسرے بڑے مدارس کے علاوہ چھوٹے مدارس مثلاً جامعہ امدادیہ لاہور اور دوسرے بے شمار مدارس میں مجالس ذکر و درود شریف کا سلسلہ جاری ہے۔

الغرض صورت تو مختلف رہی لیکن سب کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہے۔ گذشتہ اوراق میں مجالسِ ذکر سے متعلق جو روایات ذکر کی گئی ہیں وہ علی الاطلاق سب مجالسِ ذکر کو شامل ہیں۔ اور ان مجالس کا جو مقصد ہے (یعنی

نسبت و تعلق مع اللہ، تزکیہ و اخلاص، وہ بھی شرعاً ضروری ہے۔ اس لئے اس کے حصول کے لئے ہر جائز طریقہ اختیار کیا گیا۔ ان ذرائع میں حسبِ ضرورت ترمیم ہوتی رہی۔

یہی حال علم دین کے حصول اور جہاد فی سبیل اللہ کے طریقوں کا ہے اور دین کے مختلف شعبوں میں مقاصدِ شرعیہ کے حصول کے لئے نئے نئے طریقے اختیار کئے گئے۔ اور ان میں حسبِ ضرورت و حسبِ زمانہ ترمیمیں ہوتی رہیں اس کو بدعتِ اصطلاحی قرار نہیں دیا گیا۔ کیونکہ مقاصد شرعیہ میں کوئی نئی چیز داخل کرنا، کسی طریقہ کو مقصدِ شرعی بنا کر اختیار کرنا بدعت ہے۔ اور کسی مقصدِ شرعی کے لئے جائز طریقہ اختیار کرنا بدعت نہیں۔ لہذا احداث فی الدین اور احداث للدین کا فرق ملحوظ رہے۔

ذکر اللہ ہی کا ایک فرد درود شریف ہے۔ اس فتن و شرور کے دور میں جب کہ محبت و ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک عام وبا پھیل گئی ہے (جس کا کچھ ذکر اس رسالہ کی تمہید میں ہوا)، فتنے عام ہو گئے ہیں اور افکار صحیح نہیں رہے۔ اور مسلمانوں کو سنت اور صحیح راستہ سے ہٹانے کے لئے داخلی اور خارجی ذرائع سے شکوک و شبہات پیدا کئے جا رہے ہیں جن کی وجہ سے عموماً عوام اور خصوصاً جدید طبقہ دین سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ ارتدادِ خفی پھیل رہا ہے۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و تعظیم اور آپ سے تعلق و محبت میں واضح کمی ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ رجحان پڑھے لکھے مسلمان طبقہ میں عام ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

وسلم فداہ ابی وامی کو صرف ایک لیڈر، عظیم شخصیت، ریفارمر اور بہترین قائد کی حیثیت سے متعارف کرایا جارہا ہے مگر ان کا قیامت تک نبی و رسول ہونا ان کی ذاتِ اقدس سے محبت و عظمت کا جذباتی تعلق جس پر رسالت کے احکام اور آخرت کی اصلی و دائمی زندگی کی کامیابی کا مدار ہے۔ اور یہی محبت اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم قربِ الٰہی کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ اس کو بالکل فراموش ہی نہیں کیا جارہا بلکہ مختلف انداز و تعبیرات سے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ گویا یہ باتیں اسلامی اصول کے خلاف اور نعوذ باللہ شرک و بدعت ہیں۔

اسی طرح دینی لحاظ سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک "پیغام رساں" کی حیثیت سے متعارف کیا جارہا ہے۔ اور "رسول" کے باعظمت شرعی مفہوم کو نظر انداز کیا جارہا ہے۔

ان دردناک حالات میں آجکل کچھ علمارِ امت اور ان کے متعلقین عوام نے درود شریف کے فروغ کی بطور خاص کوشش کی کہ انفراداً بھی اور مجالس میں بھی درود شریف کی غیر معمولی کثرت کی جائے۔ الحمد للہ اس کے بہت اچھے اور مطلوبہ نتائج سامنے آئے۔ لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی اور اہلِ حق عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دلوں میں ادب و احترام پیدا ہوا۔ نیز اہل السنۃ والجماعۃ کی آپس میں اتحاد و اتفاق کی فضا بنی۔ اور کثرت ذکر اور کثرتِ درود شریف کے خواص و برکات ظاہر ہوئے۔

وقت کے بہت سے علمارِ کرام اور مفتیانِ عظام کے یہاں درود شریف کی مجالس کا سلسلہ جاری ہے۔ اور بہت سے عوام بھی علمار کی

نگرانی میں یہ مجالس قائم کرتے ہیں جس پر حضرات علماء کرام کی نگرانی ضروری ہے۔ تاکہ کوئی بدعتِ اصطلاحی رواج نہ پا جائے۔ وقتاً فوقتاً اس پر تنبیہ بھی ہونی چاہیئے۔ اللہ پاک حفاظت فرمائے قبول فرمائے۔

ذکر اللہ اور درود شریف کی اصلاحی مجالس کیلئے دعوت کا اسلوب

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

آپ کہہ دیجئے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہے میرا راستہ ہیں تم کو وصفِ بصیرت و مشاہدہ و رؤیتِ قلبی و تصدیق ایمانی کے ہوتے ہوئے اللہ کی طرف بلا رہا ہوں۔ اور اسی طرح میرے متبعین بھی بصیرت و مشاہدہ سے (لوگوں کو دین و ایمان کی طرف) بلاتے ہیں۔

امام ربانی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اس (آیت) سے معلوم ہوا کہ مشائخ جو تابع ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کو بصیرت وحدانیت و عظمتِ خداوندی کی معرفت تام ضرور حاصل ہوتی ہے ورنہ نیابت رسالت (نبیوں والا کام) کی خدمت کا انجام دینا اور رشد و ہدایت کی طرف مخلوق کا بلانا صحیح نہیں ہو سکتا۔"

"دعوت" کی تاریخ شاہد ہے کہ مذکورہ بالا صفات ان کے حصول کے

طریقوں کے ساتھ حاصل کئے بغیر جس کسی نے بھی دعوت کا کام محض ظاہری علم اور مطالعہ کی بنا پر کیا وہ یا تو فتنہ کا باعث بن گیا یا اس کا اثر جلدی ختم ہو گیا البتہ حقیقی داعیان کے ہمراہ بطور کارکن، اگر کوئی محض اپنی ذاتی اصلاح کی نیت سے یہ کام کرے تو اپنی اصلاح کے ساتھ اصل مبلّغین کی معاونت کی وجہ سے تبلیغ کے عالی کام میں شرکت اور اس کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔

لہذا جب کسی کے دل میں ان مجالس خیر کے فروغ کا داعیہ پیدا ہو تو وہ پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرے اور اہل حضرات سے تعلق قائم کر کے ان کے راستہ پر چلنا شروع کرے۔ اس کے لئے چاہیے انفرادی طور پر کسی شیخِ کامل سے تعلق بھی قائم کرلے، یا جہاں مجالس قائم ہیں ان میں شرکت کیا کرے تاکہ اس عالی کام کی اہلیت پیدا ہو۔ اور کام کی اہمیت کے پیش نظر اپنی مشغولی اور خیالی مجبوریوں میں سے قربانی کے ساتھ وقت فارغ کیا جائے۔ مجلس کے پرانے احباب کے تعاون سے اپنے گھر میں اور اپنے ماحول میں یہ مجلس قائم کرے۔ اور کام سمجھنے کے بعد پرانے حضرات کے ہمراہ دوسرے محلوں میں، دوسرے شہروں میں جہاں کوئی اپنا واقف ہو اس سے خصوصی ملاقات کر کے اس کو کام کی اہمیت سمجھائی جائے اور اس کو اپنی مجلس کی دعوت دی جائے۔ پھر ان کے یہاں مجلس قائم کر کے خود اس کی نگرانی و نصرت کی جائے اور اپنے یہاں کی پہلے سے قائم شدہ مجلس کا انتظام اپنے پرانے ساتھیوں کے سپرد ہو۔ اس طرح کی بہت سی جزئیات اور فوائد کام کے دوران سمجھ آئیں گے اور ضرورتیں سامنے آئیں گی۔ اس کے لئے کبھی کبھی سب پرانے کارکن اور علماء حضرات کی مجلس میں مشورہ کر لیا جائے۔

اس کے لئے خانقاہوں میں، مراکز میں مثلاً ٹیکسلا میں ہر ماہ "سہ روزہ" کا نظم ہے۔

اس کام میں مال اور جان لگانے کو بہت نفع اور سعادت سمجھا جائے یہ بات مجالس میں شرکت سے خود پیدا ہوگی۔ الحمدللہ بہت سے دوست اس کے لئے متحرک ہیں اور اس سلسلہ میں دور و دراز سفر کرتے ہیں۔ بلکہ کچھ ایسے بھی ہیں جن کا ہمہ وقت اصل کام ہی یہی ہے اور وہ اپنی دنیاوی ضروریات کے لئے بمشکل اس میں سے وقت نکالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور راضی ہو۔

مجالس کے اعمال

یہاں ہم چند اعمال لکھتے ہیں جن پر یہ مجالس مشتمل ہوتی ہیں

مختلف مجالس میں حسبِ موقع ایک کثیر تعداد میں انفرادی طور پر کوئی درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ اور بعض مجالس میں صرف درودِ ابراہیمی پڑھا جاتا ہے۔

شرکاءِ مجلس ایک ایک دفعہ یٰسین شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس طرح کچھ تلاوت قرآن شریف ہو جاتی ہے۔

اجتماعی طور پر کچھ دیر کلمہ طیبہ کا ذکر یا جس مجلس میں سالکینِ طریقت کی تعداد زیادہ ہو وہاں مشائخ کرام چشتیہ قادریہ کا معمول بہا بارہ تسبیح کا ذکر

جہری ہوتا ہے اور اگر نقشبندی حضرات زیادہ ہوں تو ذکرِ خفی اور مراقبہ کیا جاتا ہے۔

ماثورہ درود شریف کی چہل حدیث سنائی جاتی ہے۔

دعاؤں کا کوئی مجموعہ یا مشائخِ کرام کا معمول بہا ختم خواجگان کیا جاتا ہے۔

تعلیم اور وعظ و نصیحت ہوتی ہے۔

حسب موقع بعض جگہ کوئی قصیدہ، نعتیہ اشعار یا کبھی آہستہ آواز سے مل کر درود شریف اور فکر آخرت و موت کی یاد ہوتی ہے۔

شرکاءِ مجلس کی ماحضر سے تواضع کی جاتی ہے اور اگر کھانے کا وقت ہو تو صاحب مکان کی طرف سے حسبِ مقدور کھانا بھی ہوتا ہے۔ بعضے لوگ اس میں ایصالِ ثواب کی فضیلت بھی حاصل کرتے ہیں۔ اور کھانے کا وقت نہ ہو تو چائے پھل وغیرہ سے تواضع کی جاتی ہے۔ اور بعض جگہ اس کا موقع بھی نہیں ہوتا تو محض ملاقات اور دعا پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن گھروں میں پہلے سے فرش اور صفائی کا نظم نہ ہو وہ مجلس کی خاطر یہ اہتمام اور خوشبو بخور وغیرہ کا بھی انتظام کرتے ہیں۔

یہ مجالس عام طور پر احباب کے نجی مکانوں میں ہوتی ہیں۔ اگر کسی جگہ اپنے مخصوص احباب کی مسجد ہو تو مسجد کے حقوق و آداب اور اوقات کا لحاظ کر کے مسجد میں کی جاتی ہیں۔

تنبیہ:۔ یہ مجالس چونکہ ایک شہر کے بہت سے گھروں میں ہوتی ہیں اس لئے

ان مجالس کے لئے کوئی دن مقرر نہیں ہوتا۔ ہر مجلس والا اپنی سہولت کے مطابق ہفتہ میں کوئی دن مقرر کر لیتا ہے۔

اور مجلس کے مذکورہ بالا تمام معمولات کسی ایک مجلس میں پورے نہیں کئے جاتے۔ بلکہ شرکاءِ مجلس کے دینی حالات اور وقت کی گنجائش کے پیشِ نظر ان میں سے بعض معمولات کا انتخاب کر کے عمل کیا جاتا ہے۔ اب ہم ہر معمول کی فضیلت مختصراً بیان کرتے ہیں۔

ذکر اللہ کے مختصر فضائل

اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ

پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

اور ارشاد ہے:۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى۔

اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

وقت کا اہم مسئلہ اور اس کا حل

جو آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہو کر محض دنیا کی فانی زندگی ہی کو قبلۂ

مقصود سمجھ بیٹھا ہے اس کی گذران مکدّر اور تنگ کر دی جاتی ہے۔ گو دیکھنے میں اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت اور سامان عیش و عشرت نظر آئیں مگر ان کا دل قناعت و توکل سے خالی ہونے کی بنا پر ہر وقت دنیا کی مزید حرص ترقی کی فکر اور کمی کے اندیشہ میں بے آرام رہتا ہے۔ کسی وقت ننانوے کے پھیر سے قدم باہر نہیں نکلتا۔ موت کا یقین اور زوالِ دولت کے خطرات الگ سوہانِ روح رہتے ہیں۔ یورپ کے اکثر متنعمین کو دیکھ لیجئے، کسی کو رات دن میں دو گھنٹے اور کسی خوش قسمت کو تین چار گھنٹے سونا نصیب ہوتا ہے۔ بڑے بڑے کروڑپتی دنیا کے مخمصوں سے تنگ آ کر موت کو زندگی پر ترجیح دینے لگتے ہیں۔ اس نوع کی خودکشی کی بہت مثالیں پائی گئی ہیں۔ نصوص اور تجربہ اس پر شاہد ہیں کہ اس دنیا میں قلبی سکون اور حقیقی اطمینان کسی کو بدوں یادِ الٰہی کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ لیکن "ذوقِ ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی۔ بعض مفسرین نے معیشت ضنک کے معنی لئے ہیں وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہو سکے۔ گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہو گئی ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدمست ہے اس کا سارا مال و دولت اور سامان عیش و تنعم آخر کار اس کے حق میں وبال بننے والا ہے۔ جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی ہو اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے۔

بعض مفسرین نے مَعِیْشَۃً ضَنْکًا سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے۔ یعنی قیامت سے پہلے اس پر سخت تنگی کا ایک دور آئے گا۔ جب کہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ "معیشتِ ضنک" کی تفسیر عذابِ قبر سے بعض صحابہ

نے کی ہے۔ بلکہ بزار نے باسناد جید ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

بہرحال "مَعِيْشَةً ضَنْكًا" کے تحت میں یہ سب صورتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ (واللہ اعلم) (تفسیر عثمانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَّاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ مَلَأْتُ صَدْرَكَ شُغْلًا وَّلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ

(ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلے تو میں تیرے سینے کو غنا و استغنار سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دور کردوں گا۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرا سینہ فکر اور شغل سے بھر دونگا اور محتاجی دور نہ کروں گا (یعنی جتنا مال بڑھتا جائے گا، حرص بھی اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی، اس لئے ہمیشہ محتاج ہی رہے گا۔)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ:۔

مَنْ جَعَلَ هُمُوْمَهٗ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ الْمَعَادِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ

جو شخص اپنے سارے فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنا دے تو اللہ

دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُوْمُ فِيْ اَحْوَالِ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ فِيْ اَيِّ اَوْدِيَتِهِ هَلَكَ۔ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔ (ابن کثیر)

تعالیٰ اس کے دنیا کی فکروں کی خود کفالت کر لیتا ہے اور جس کے فکر دنیا کے مختلف کاموں میں لگے رہے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان فکروں کے کسی جنگل میں ہلاک ہو جائے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ۔

اور میری یاد میں سستی نہ کرنا

اور ارشاد باری ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا۔

اے ایمان والو! تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو۔

اور ارشاد ہے:۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔

اور اپنے رب کا نام لیتے رہیں۔ اور سب تعلقات منقطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں۔

اور ارشاد فرمایا:۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔

کثرتِ ذکر سے اخلاص پیدا ہوتا ہے جو کہ تمام اعمال کی روح ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا۔ کیا میں تم کو

ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تم کو قتل کریں، اس سے بھی بڑھی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، ضرور بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کا ذکر ہے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔ سب سے بڑا عمل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے:۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ — کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں۔ مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت زبان کو تر رکھ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی وہ یہ تھی کہ میں نے عرض کیا۔ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس حال میں تیری موت آئے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بغض کی علامت اس کے ذکر سے بغض ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ اس سے محبت فرماتے ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق ہو جائے۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذابِ قبر سے نجات دینے والا نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "بہت سے لوگ ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ جلّ شانہٗ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ ان کو جنت کے اعلیٰ درجوں میں پہنچا دیتا ہے۔

ف ۔ اس حدیث شریف کے ذیل میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ لکھتے ہیں "یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا، آخرت کے رفعِ درجات کا سبب ہے۔ اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی، اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہو گا۔ مگر اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر کیا جائے تب بھی رفعِ درجات کا

سبب ہوتا ہے۔ (رسالہ فضائل ذکر)

ذکر اللہ کے فضائل میں ہر قسم کا ذکر، کلمہ طیبہ، ذکر جہری، ذکر خفی وغیرہ شامل ہیں۔ مگر یہاں ہم بطور افادہ کچھ مخصوص فضائل ان کے درج کرتے ہیں۔

کلمہ طیبہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تمام اذکار میں افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ سب سے زیادہ سعادتمند اور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الٰہ الّا اللہ کہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ مجھے کوئی ورد تعلیم فرما دیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں ارشادِ خداوندی ہوا کہ لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار! یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الٰہ اِلّا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو۔ ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو رکھ دیا جائے تو لا اِلٰہ الّا اللہ والا پلڑا جھک جائیگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے۔ جب کوئی شخص لا الٰہ الّا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے اللہ کا ارشاد ہوتا ہے ٹھہر جا۔ وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا

ہیں نے اس کی مغفرت کر دی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

ذکر جہری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔

ف۔ اور مجنوں جب ہی کہا جائیگا کہ نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے۔ آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ (فضائل ذکر)

حضرت عبداللہ ذوالبجادین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ نے رسالہ "سباحۃ الفکر" اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے ذکر جہر ثابت ہوتا ہے۔

ذکر خفی اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی۔ اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے" اسی کو صوفیائے کرام مراقبہ اور ذکر خفی کہتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں ستّر درجہ دوچند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو

حساب کے لئے جمع فرمائیں گے اور کراماً کاتبین اعمالنامے لے کر آئیں گے۔ تو ارشاد ہوگا فلاں بندہ کے اعمال دیکھو، کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو نہ لکھی ہوا ور محفوظ نہ ہو۔ ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی ہے ہے جو تمہارے علم میں نہیں۔ وہ ذکر خفی ہے۔ (فضائل ذکر)

درود شریف کے فضائل

اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ	بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے
عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ	رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر (صلی اللہ علیہ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا	وسلم) پر۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر
تَسْلِیْمًا ؀	رحمت بھیجا کرو۔ اور خوب سلام بھیجا
	کرو۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآنِ پاک میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ اور بہت سے انبیائے کرام کی توصیفیں اور تعریفیں بھی فرمائیں اور ان کے بہت سے اعزاز و اکرام بھی فرمائے لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز و اکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف، اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے

بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی درود بھیجو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔ ؎

یُصَلِّیْ عَلَیْہِ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ
بِھٰذَا اَبَدًا لِلْعَالَمِیْنَ کَمَالُہٗ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

بلاشک قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اگر میں ساری دعاؤں کے وقت کو آپ پر درود کے لئے مقرر کر دوں تو کیسا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسی صورت میں اللہ جل شانہٗ تیرے دنیا و آخرت کے سارے فکروں کی کفایت فرمائے گا۔

ایک مہتم بالشان فضیلت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرًا۔

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجتے ہیں۔

اللہ جل شانہٗ کی طرف سے تو ایک ہی درود اور ایک ہی رحمت ساری دنیا کے لئے کافی ہے چہ جائیکہ ایک دفعہ درود پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس دفعہ رحمتیں نازل ہوں۔ ثواب اور نیکیوں کے مقابلہ میں ظاہر ہے کہ اللہ کی رحمت کا کتنا بڑا درجہ ہے کہ ہر کسی کی نجات اللہ کی رحمت ہی

سے ہوتی ہے۔ جبکہ ہماری نیکیاں ایسی ہیں کہ اگر اُن کی پرکھ ہو جائے تو گناہ بھی شرما جائیں۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے قبول فرمالے تو وہ بھی باعث نجات ہوں گی۔ گویا اصل اس کی رحمت ہی ہوئی کہ اول نیکیوں کی توفیق بھی اس کے رحم وکرم سے ہوئی اور پھر ان کی قبولیت کا مدار بھی اس کے رحم وکرم پر ہے۔

درود شریف کے عظیم الشان حکم اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ (الآیۃ) کی تعمیل میں کسی بھی صیغہ سے درود پڑھا جائے اس کے بے شمار فضائل احادیث شریفہ میں وارد ہیں۔ مثلاً ایک دفعہ درود پڑھنے سے پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔ نامۂ اعمال میں مزید دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ فرشتے درود شریف پڑھنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام لے کر درود شریف کو بطور ہدیہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پڑھنے والے کے لئے دعا و استغفار فرماتے ہیں۔

کثرت درود شریف جب ایک مرتبہ درود پڑھنے پر یہ اجر و ثواب ہے تو کثرت سے درود شریف پڑھنے پر کتنا اجر و ثواب ہوگا۔ مختلف روایات میں بھی کثرت درود شریف کا حکم اور ترغیب آئی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً	بلاشک قیامت میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے

زیادہ مجھ پر درود بھیجے۔ (ترمذی)

اور کثرتِ درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوامِ محبت اور ازدیادِ محبت کا سبب ہے۔ شیخ الاسلام ابن قیّم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

یہ (درود شریف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوامِ محبت اور اس میں خوب ترقی کا سبب ہے۔ اور یہ چیز ایمان کی کڑیوں میں سے ایسی کڑی ہے کہ جس کے بغیر ایمان پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ بندہ جتنا محبوب کے ذکر میں کثرت کریگا اور محبوب کو اپنے قلب میں مستحضر کرتا رہے گا، نیز محبوب کے محاسن اور وہ باتیں جو محبوب کی محبت پیدا کریں، ان کا استحضار کرتا رہے گا اتنی ہی محبت بڑھتی رہے گی اور محبوب کی تڑپ اور شوق ترقی کرتا رہے گا اور تمام قلب پر غالب ہو جائے گا۔ اور اگر محبوب کے ذکر اور محبوب کے محاسن کے احضار سے اعراض کرے گا تو محبت قلبی میں کمی ہو جائے گی۔ (جلاء الافہام)

الغرض کثرتِ درود شریف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید محبت حاصل ہوتی ہے جس سے آپ کی اتباعِ کامل اور آپ کا ادب و احترام نصیب ہوتا ہے۔ اور درود شریف پڑھنے والے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھتی ہے جو سعادت کی کلید ہے۔ (تفصیل کے لئے جلاء الافہام، حقوق خاتم النبیین اور فضائل درود شریف ملاحظہ فرمائیں)

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ جو تورات کے بہت بڑے عالم تھے وہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ اگر دنیا میں ایسے لوگ نہ ہوں جو میری حمد وثنا

کرتے رہتے ہیں تو آسمان سے ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکاؤں اور زمین سے ایک دانہ نہ اگاؤں۔ اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا اے موسیٰ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھ سے اس سے بھی زیادہ قریب ہو جاؤں جتنا تیری زبان سے تیرا کلام اور جتنے تیرے دل سے اس کے خطرات اور تیرے بدن سے اس کی روح اور تیری آنکھ سے اُس کی روشنی، حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا۔ یا اللہ ضرور بتائیں ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھا کرو (بدیع)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

محمد بن سعید بن مطرف رحمہ اللہ جو نیک لوگوں میں سے ایک بزرگ تھے، کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ معمول بنا رکھا تھا کہ رات کو جب سونے کے واسطے لیٹتا تو ایک مقدار معین درود شریف کی پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں بالاخانہ پر اپنا معمول پورا کر کے سو گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانہ کے دروازہ سے اندر تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے سارا بالاخانہ ایک دم روشن ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف کو تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ لا اس منہ کو لا جس سے تو کثرت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو چوموں گا۔ مجھے اس سے شرم آئی کہ میں دہن مبارک کی طرف منہ کروں۔ تو میں نے ادھر سے اپنے منہ کو پھیر لیا تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسار پر پیار کیا۔ گھبرا کر میری ایک دم آنکھ کھل گئی۔ میری گھبراہٹ سے میری بیوی جو میرے پاس پڑی ہوئی تھی اس کی بھی ایک دم آنکھ کھل گئی تو سارا بالا خانہ مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور مشک کی خوشبو میرے رخسار میں سے آٹھ دن تک آتی رہی۔ (بدیع)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

ایک بزرگ نے خواب میں ایک بہت ہی بُری بدہیئت صورت دیکھی انہوں نے اس سے پوچھا تو کیا بَلا ہے۔ اس نے کہا میں تیرے بُرے عمل ہوں۔ انہوں نے پوچھا تجھ سے نجات کی کیا صورت ہے۔ اس نے کہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت (بدیع)

ہم میں سے کونسا شخص ایسا ہے جو دن رات بداعمالیوں میں مبتلا نہیں ہے۔ اس کے بدرقہ کے لئے درود شریف بہترین چیز ہے۔ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے جتنا بھی پڑھا جا سکے دریغ نہ کیا جائے کہ اکسیر اعظم ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ (فضائل درود شریف)

مجموعہ چہل حدیث

یہ درود و سلام کی چالیس حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ یہ درود الفاظ کی معمولی کمی بیشی کے ساتھ حدیثوں میں آئے ہیں۔ حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ نے چہل حدیث کے طور پر جمع فرمائے۔ جس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"اس مقام پر جو صیغے صلوٰۃ وسلام کے احادیثِ مرفوعہ حقیقیہ یا حکمیہ میں وارد ہیں۔ ان میں سے چالیس صیغے مرقوم ہوئے ہیں جن میں سے پچیس صلوٰۃ اور پندرہ سلام کے ہیں۔ گویا یہ مجموعہ درود شریف کی چہل حدیث ہے جس کے باب میں بشارت آئی ہے کہ جو شخص امر دین کے متعلق چالیس حدیثیں میری اُمت کو پہنچا دے اس کو اللہ تعالیٰ زمرۂ علماء میں محشور فرمائیں گے۔ اور میں اس کا شفیع ہوں گا۔ درود شریف کا امر دین سے ہونا بوجہ اس کے مامور ہونے کے ظاہر ہے۔ تو ان احادیثِ شریفہ کے جمع کرنے سے مضاعف ثواب (اجر درود و اجر تبلیغ چہل حدیث) کی توقع ہے۔"

مجلس میں اس مجموعہ کے سننے سنانے میں حدیث شریف کے سننے سنانے کی عظیم فضیلت تو حاصل ہو ہی جاتی ہے، بحیثیت درود شریف کے بھی اس کا سننا سنانا باعثِ خیر ہے۔ حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اپنے ایک مکتوب (متعلقہ چہل حدیث) میں تحریر فرماتے ہیں۔

"درود شریف کے پڑھنے، سننے اور پھیلانے میں دونوں جہانوں کی خیر و صلاح مضمر ہے اور قربِ الٰہی یقینی ہے۔"

چنانچہ حضرت کے یہاں مجالس میں یہ چہل حدیث سنائی جاتی تھی۔

ختم سورہ یٰسین اس عمل سے تلاوتِ قرآن بھی ہو جاتی ہے اور حدیث پاک میں ارشاد ہے "قرآن پڑھو کہ وہ قیامت میں اپنے لوگوں کی سفارش کرے گا۔ (مسلم) دوسری حدیث میں قرآنِ پاک کی تلاوت سے ایک ایک حرف پر دس نیکیاں ملنا ثابت ہے اور خاص اس

سورت کے بہت فضائل احادیثِ شریفہ میں وارد ہیں۔ مثلاً

ایک روایت میں ہے کہ "ہر چیز کے لئے ایک دل ہوا کرتا ہے قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسٓ ہے۔ جو شخص سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لئے دس قرآنوں کا ثواب لکھتے ہیں۔ (ترمذی)

ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ یٰسٓ کا نام تورات میں معمّہ ہے کہ اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے۔ اور اس سے دنیا و آخرت کی مصیبت کو دور کرتی ہے۔ اور آخرت کے ہول کو دور کرتی ہے

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں۔

ایک روایت میں ہے" جس نے سورۂ یٰسٓ کو ہر رات میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے، اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پس اس سورت کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ (رسالہ فضائل قرآن)

دُعاء

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے:۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ — اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو۔ میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ — دعا عبادت کا مغز ہے۔

اور فرمایا۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ دین کا ستون ہے اور آسمان وزمین کا نور ہے۔ (حاکم) اور فرمایا "اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے وہ اس بات سے حیا فرماتے ہیں کہ کوئی اس کی طرف (دُعا کے لئے) ہاتھ اُٹھائے پھر وہ اس کو کوئی خیر نہ دے۔ (حاکم)

ختم خواجگان یہ دعا کی قبولیت کے لئے مشائخ کا مجرّب ہے۔ اس کے کلمات کا خاص مقدار میں دینی اور دنیاوی حاجات کے لئے پڑھنا بہت مفید ہے۔ خانقاہ تھانہ بھون اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کے یہاں بھی اس کا معمول تھا۔

اس ختم میں درود شریف کے بعد لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ پڑھا جاتا ہے۔

اس کلمہ میں دعا کی روح یعنی اپنی محتاجگی کو بہت بلیغ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ گناہوں سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت (اور اپنی بیچارگی کا اظہار ہے کہ) پناہ بھی اللہ ہی کی ہے اور نجات بھی اس کی طرف سے ہے۔

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو مصیبت سے نجات اور حصول مقصد کے لئے یہ تلقین فرمایا کہ کثرت سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھا کریں۔

اور بخاری ومسلم میں ہے کہ یہ کلمہ جنت کے خزانوں میں سے ایک

خسزانہ ہے۔ حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دینی اور دنیوی ہر قسم کے مصائب اور مضرتوں سے بچنے کے لئے اور منافع اور مقاصد حاصل کرنے کے لئے اس کلمہ کی کثرت مجرّب ہے۔

اظہارِ عجز اور طلب خیر کے بعد سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھی جاتی ہے۔ جس میں سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعتِ شان کا ذکر ہے کہ جہاں بھی ذکرِ خدا ہوگا وہاں ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور ہر جگہ آپ کا بول بالا ہوگا۔ اور اس کے ساتھ آسانی کی بشارت ہے کہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے ؎

اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰی   فَفَكِّرْ فِيْ اَلَمْ نَشْرَحْ
فَعُسْرٌ بَيْنَ يُسْرَيْنِ   اِذَا فَكَّرْتَهٗ فَافْرَحْ

اس لئے یہ سورت پڑھ کر دینی اور دنیاوی حاجات کے لئے دُعا کی جاتی ہے۔ اس کے بعد دعا کی قبولیت مجرّب ہے۔

تعلیم اور وعظ و نصیحت

مذکورہ بالا اذکار اور اجتماعی دعا کے بعد جب طبیعتیں عمل پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ اور مجلس میں سکینہ کا نزول، ملائکہ کی حضوری کی برکت اور انوار کی کثرت ہوتی ہے (جو کہ آنکھوں والوں کے لئے مشاہدے اور نصوص سے ثابت ہے) تو سیرتِ پاک کی یا ترغیب و ترہیب یعنی کتب فضائل کی یا ضروری عقائد و اعمال کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور جائز ناجائز، حلال و حرام کے مسائل سیکھنے اور عمل کرنے کی ترغیب بطور وعظ ہوتی ہے جس کا اثر ہوتا ہے اور پابندی سے

شرکت کرنیوالوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح اور ترقی ہوتی ہے۔
اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم پر حکمت اور موعظتِ حسنہ کے آداب کے ساتھ عمل ہو جاتا ہے۔

نعتیہ قصائد حسب موقع بعض جگہ نعت شریف یا سیرتِ پاک اور خصائص پر مشتمل کوئی قصیدہ مثلاً عربی میں قصیدہ بردہ اور اردو میں کسی عارف کامل مثلاً حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار سنائے جاتے ہیں۔ کیونکہ حسب حدیثِ نبوی اِنَّ فِی الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً اور اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا (بخاری) بعض طرق بیان کا بعض سے اوقع فی النفس ہونا ظاہر ہے۔ نیز یہ بھی مشاہدہ ہے کہ لوگ بڑے بڑے تاریخی واقعات کو نظم میں بیان کرتے ہیں تو ان کا اثر بہت بڑھ جاتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اس لئے اگر ان مجالس میں اجتماعی طور سے سیرتِ مبارکہ کے بعض حصوں کو اشعار میں بیان کیا جائے تو یہ اور زیادہ اثر آفرین ہوگا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں بعض حضرات اشعار میں اوصافِ نبوی کو بیان فرمایا کرتے تھے۔ جن میں حضرات حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم بہت مشہور ہیں بعض اوقات خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بالقصد سننا بھی وارد ہے

(ماخوذ از تحریر حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب دام مجدہم)

مہمانوں کا اکرام اور ان کو کھانا کھلانے کی فضیلت

ہمارے دین اور اسلامی معاشرے میں مہمان کے اکرام کو اس کو کھانا کھلانے کے بہت فضائل ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْخَيْرُ اَسْرَعُ اِلَى الْبَيْتِ الَّذِيْ يُؤْكَلُ فِيْهِ مِنَ الشَّفْرَةِ اِلٰى سَنَامِ الْبَعِيْرِ (ابن ماجہ)	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جس گھر میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جائے اس کی طرف خیر تیزی سے بڑھتی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ "جو مہمانی نہ کرے اس میں کوئی خیر نہیں" اور حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اسلام میں کون سی بات زیادہ فضیلت اور ثواب والی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کھانا کھلایا کرو اور ہر ایک کو سلام کیا کرو۔ چاہے اس کو پہچانتے ہو یا نہیں۔

اس حدیث شریف میں آخری جملہ "چاہے اس کو پہچانتے ہو یا نہیں" کا تعلق (معنیً) کھانا کھلانے سے بھی ہے اور سلام کرنے سے بھی۔ یعنی تم کھانا کھلایا کرو چاہے اس سے واقفیت ہے یا نہیں اور سلام کیا کرو چاہے واقف ہو یا ناواقف۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ رحمان جلّ شانہٗ کی عبادت کرو اور کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

شرکاءِ مجلس میں زائرین بھی ہوتے ہیں اور ذاکرین بھی ہوتے ہیں۔ اور ان میں اللہ کریم کی محبت میں دُور دُور سے آکر ملنے والے مسافرین اور کچھ فقراء بھی ہوتے ہیں۔ ان میں علماء مشائخ صلحاء اور دین سیکھنے کی نیت سے آنے والے طلبا درویش بھی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے مستقل فضائل ہیں۔ ان سب کی خدمت اور ان کا اکرام بڑی سعادت ہے۔

کھانا کھانے والے حضرات گھر والوں کو جو مسنون دُعا دیتے ہیں اس کے الفاظِ مبارکہ یہ ہیں:۔

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُوْنَ	اللہ کرے تمہارے گھر روزہ دار
وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ	افطار کریں اور تمہارا کھانا نیک لوگ
وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَآئِكَةُ	کھائیں اور فرشتے تم پر رحمت بھیجیں

ختامِ مسک

درُودِ ابراہیمی

حضرات مشائخ عظام کے مرتب کئے ہوئے درُودوں کے خواص و برکات اور انہیں معمول بنانے پر دنیوی و اخروی بشارتیں برحق و مجرّب ہیں لیکن عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر اُو تمنّائے

درود شریف کے بارے میں اللہ جلّ شانہٗ کی عظیم الشان امتیازی تمہید کے ساتھ ارشاد فرمودہ حکم (اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ الآیۃ) کی تعمیل میں کسی بھی صیغہ سے درود پڑھا جائے، اس کے بے شمار فضائل احادیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً درود پڑھنے سے پڑھنے والے پہ دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، دس درجے بلند ہوتے ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں، نامۂ اعمال میں مزید دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ قیامت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی قرب نصیب ہوتا ہے۔ فرشتے درود شریف پڑھنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام لے کر درود کو بطور ہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس درُود پڑھنے والے کے لئے استغفار و دعا فرماتے ہیں۔ اور یہ درُود پڑھنے والے

کے لئے اس کے مرنے سے پہلے ہی اس کی قبر میں راحت کا سامان بنتا ہے

امام ابن قیمؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "جیسا عمل ہوتا ہے اسی نوعیت کی جزاء ملتی ہے" لہذا جب کوئی بندہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل پر درود پڑھتا ہے تو اللہ کریم اس درود پڑھنے والے پر اور اس کی آل و اولاد پر دس گنا اپنی رحمتیں، سلامتی، برکتیں اور عزتیں اپنی شان کے مطابق نازل فرماتا ہے۔ لہذا درود شریف سے سارے دنیوی واخروی مقاصدِ حَسنہ پورے ہوتے ہیں۔ ان فضائل کی تفصیل "فضائل درود شریف" "جلاء الافہام" جیسی مستند کتب میں مطالعہ کرکے ذوق وشوق پیدا کریں ذیل میں جو درود شریف ذکر کیا جا رہا ہے اس کے ذکر سے مقصود اس کی ماثورہ، مہتم بالشان امتیازی فضیلت پر توجہ دلانی ہے جس سے اکثر لوگ ناواقف وغافل ہیں۔ اس غفلت کی وجہ اور دیگر مبارک صیغوں سے متعلق تفصیل رسالہ "تحفہ عشاق" میں ملاحظہ فرمائیں۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ درود شریف

درود شریف کے بعض صیغے جو صحیح حدیثوں میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں اور ہر خاص وعام کو معلوم ہیں جن کے متعلق متفقہ طور پر سارے علماء کرام اور سارے مشائخ کا ارشاد ہے کہ یہ درود جو زبانِ مبارک سے تلقین ہوئے ہیں، یہ صیغے تمام صیغوں سے افضل ہیں اور یہ الفاظ بابرکت ہیں۔ ان کے پڑھنے سے حدیثِ پاک پڑھنے کا ثواب اور برکت بھی

حاصل ہوتی ہے۔ یہ صیغے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ زیادہ تر درودِ ابراہیمی ہیں۔ انہی میں سے جو درود ہمارے یہاں نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کو الفاظ اور سند کے لحاظ سے علماءِ کرام نے سب سے افضل بتایا ہے۔ قطبِ عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ اپنے رسالہ فضائل درود شریف میں لکھتے ہیں "یہ درود سب سے افضل ہے" امام نووی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "روضہ" میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھا بیٹھے کہ میں سب سے افضل درود پڑھوں گا تو اس درود کے پڑھنے سے اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔ اور "حصن حصین" کے حاشیہ پر "حرز ثمین" سے نقل کیا ہے کہ "یہ درود شریف سب سے زیادہ صحیح ہے اور سب سے زیادہ افضل ہے نماز میں اور بغیر نماز کے اسی کا اہتمام کرنا چاہیئے"۔ اسی درود شریف کے متعلق حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی وہ فرمانے لگے کہ میں تجھے ایک ایسا ہدیہ (تحفہ) دوں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ میں نے عرض کیا "ضرور مرحمت فرمائیے" انہوں نے فرمایا کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ پر درود کن الفاظ سے پڑھا جائے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ نے بتا دیا کہ آپ پر سلام کس طرح بھیجیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح درود پڑھا کرو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ یہاں تک کہ آپ پر وحی آئی۔ پھر آپ نے مندرجہ بالا درود شریف تلقین فرمایا۔ اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ درود شریف کے یہ کلمات آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم فرمائے گئے تھے۔ عشاق غور فرمائیں کہ فضیلت میں اس سے اعلیٰ کیا بات ہوسکتی ہے کہ الفاظ پوچھنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تلقین فرمانے والے اللہ کے حبیب سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

درودِ ابراہیمی پڑھنے کا ایک مستحسن طریقہ

(بروایت فقیہ الامت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ)

اب اپنے جیسے گناہگار بھائیوں کے لئے عموماً اور عشاق کے لئے خصوصاً وہ درودِ ابراہیمی پیش کیا جاتا ہے جس کا تمام درودوں پر افضل ہونا تو اوپر گذر چکا۔ اور اس کو پیش کرنے کا طریقہ کسی بڑے ولی اللہ عارفِ کامل کا نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک ممتاز صحابی کا ہے۔ جن کا اسم مبارک فقیہ الامت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

(البتہ نماز میں مذکورہ بالا الفاظ ہی سے درود پڑھنا چاہیئے)

(حدیث شریف) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ   حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

مَسْعُوْدٍ قَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْسِنُوا الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ فَقَالُوْا لَهٗ فَعَلِّمْنَا فَقَالَ قُوْلُوْا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهٗ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔ اَللّٰهُمَّ

سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو بہتر سے بہتر طریقہ پر درود بھیجنے کی کوشش کرو۔ تم جانتے نہیں ہو ان شاء اللہ تمہارا درود آپ کی خدمت میں پیش کیا جائیگا۔ لوگوں نے عرض کیا تو آپ ہمیں بتا دیجئے کہ ہم کس طرح درود بھیجا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ یوں عرض کیا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ الی قولہ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اے اللہ اپنی خاص عنایات اور رحمتیں اور برکتیں نازل فرما سید المرسلین، امام المتقین، خاتم النبیین حضرت محمد پر جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں نیکی اور بھلائی کے راستے

ع لِاَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ الشَّرِيْفِ حَيْثُ اَنَّهٗ وَرَدَ فِيْ حَدِيْثٍ اٰخَرَ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (ابوداؤد باسناد صحیح) وَفِيْ رِوَايَةٍ بَعْدَهٗ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ (ترجمہ) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ جیساکہ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں (ابوداؤد باسناد صحیح) اور دوسری روایت میں ان الفاظ کے بعد یہ ہے کہ "اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے۔ رزق دیا جاتا ہے۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَ
عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مَّجِيْدٌ ؕ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰٓی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۔

(سنن ابن ماجہ)

کے امام اور رہنما ہیں۔ رحمت والے پیغمبر ہیں (یعنی جن کا وجود ساری دنیا کے لئے رحمت ہے) اے اللہ ان کو اس مقام محمود پر فائز فرما جو اولین و آخرین کے لئے قابلِ رشک ہو۔ اے اللہ حضرت محمد اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی خاص نوازشیں اور رحمتیں اور عنایتیں فرما جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر نوازشیں اور عنایتیں فرمائیں بے شک تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ اور اے اللہ حضرت محمد اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی خاص برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں۔ تیری ذات ہر حمد و ستائش کی سزاوار اور عظمت و کبریائی تیری ذاتی صفت ہے۔

مذکورہ بالا درود ابراہیمی کے الفاظ کی تشریح

اگرچہ زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کی برکت اور قبولیت کو کون بیان

کر سکتا ہے صرف ان الفاظ کے معنوں کو لکھا جاتا ہے جن کی معنویت کا لحاظ کرنے سے درود شریف کا فیض بے حد بڑھ جاتا ہے۔

اس درودِ پاک میں مندرجہ ذیل الفاظ کے متعلق بزرگوں کے ارشادات کی روشنی میں تشریح کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ

سلفِ صالحین سے نقل کیا گیا ہے کہ اَللّٰھُمَّ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماءِ حسنیٰ کے قائم مقام ہے۔ یعنی جب اَللّٰھُمَّ کہہ کر دعا کی جائے تو گویا تمام اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا مانگی گئی۔ اور اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا مانگنے کی قبولیّت کی بشارت ہے۔

سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ، خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، اِمَامِ الْخَیْرِ، قَائِدِ الْخَیْرِ، رَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ۔

یہ سب تعظیمی الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص جلیلہ و محاسنِ جمیلہ میں سے ہیں جو انہی الفاظ یا ان کے ہم معنی الفاظ میں کتاب و سنت میں آئے ہیں۔ لہذا فضیلت ظاہر ہے۔

عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ۔

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کا مدار انہی دو خوبیوں پر ہے "عبدیت" و "رسالت" "عبدیت اللہ جلّ شانہٗ کے حبیب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتبِ علیا سے ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ کا جیسے اس کی الوہیت میں کوئی بھی کسی لحاظ سے شریک نہیں۔ اسی طرح مخلوق کے اور عبدیت کے کمالات

وفضائل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ہمسر اور شریک نہیں (مقام عبدیت اور مقام رسالت کے متعلق کچھ تفصیل رسالہ "حقوق خاتم النبیین میں درود شریف کا مقام" میں ملاحظہ فرمائیں۔

درودِ ابراہیمی سے تشبیہ

اس کے متعلق حضرات علماءِ کرام کے کئی ارشادات ہیں لیکن حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا مبارک قول یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل شانہٗ نے اپنا خلیل قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا۔ لہذا جو درود اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوگا وہ محبت کی لائن کا ہوگا۔ اور محبت کی لائن کی ساری چیزیں سب سے اونچی ہوتی ہیں۔ لہذا جو درود محبت کی لائن کا ہوگا وہ یقیناً سب سے زیادہ لذیذ اور اونچا ہوگا۔ چنانچہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہٗ نے اپنا حبیب قرار دیا اور حبیب اللہ بنایا اور اسی لئے دونوں کا درود ایک دوسرے کے مشابہ ہوا۔

متعدد روایات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حبیب اللہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ محبت اور خلّت میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے۔ اسی لئے ایک کے درود کو دوسرے کے درود کے ساتھ تشبیہ دی۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ لمعات میں لکھا ہے کہ "حبیب اللہ" کا لقب سب سے اونچا ہے۔ حبیب اللہ کا لفظ جامع ہے خلّت کو بھی اور کلیم اللہ ہونے کو بھی اور صفی اللہ ہونے کو بھی بلکہ ان

سے زائد چیزوں کو بھی جو دیگر انبیاء کے لئے ثابت ہیں ۔ اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے ۔

مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

مقامِ محمود وہی ہے جس کو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے کلامِ پاک میں سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:۔

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۞ امید ہے کہ پہنچائیں گے آپ کو آپ کے ربّ مقامِ محمود میں۔

مقامِ محمود کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال ہیں :۔

یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے اوپر گواہی دینا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ حمد کا جھنڈا جو قیامت کے دن آپ کو دیا جائے گا، مراد ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے آپ کو قیامت کے دن عرش پر اور بعض نے کرسی پر بٹھلانے کو کہا ہے ۔ ابنِ جوزی رحمہ اللہ نے ان دونوں قولوں کو بڑی جماعت سے نقل کیا ہے ۔ اور بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد شفاعت ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسا مقام ہے کہ اس میں اولین و آخرین سب ہی آپ کی تعریف کریں گے ۔

علامہ سخاوی رحمہ اللہ اپنے استاذ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی اتباع میں کہتے ہیں۔

"ان اقوال میں کوئی منافات نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ عرش و

کرسی پر بٹھانا شفاعت کی اجازت کی علامت ہو۔ اور جب حضور وہاں پر تشریف فرما ہو جائیں تو اللہ جلّ شانہ ان کو حمد کا جھنڈا عطا فرمائے! ور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر گواہی دیں۔

ابنِ حبان کی ایک حدیث میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ قیامت کے دن لوگوں کو اٹھائیں گے۔ پھر مجھے ایک سبز جوڑا پہنائیں گے۔ پھر میں وہ کہوں گا جو اللہ چاہیں گے۔ پس یہی مقام محمود ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "پھر میں کہوں گا" سے مراد وہ حمد و ثناء ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت سے پہلے کہیں گے۔ اور مقام محمود ان سب چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے، جو اس وقت میں پیش آئیں گی۔"

روایات میں خود ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے لئے مقامِ محمود کی دُعا کرنے کی ترغیب آئی ہے۔ اگرچہ اس کا اصلی فائدہ تو ہم دعا مانگنے والوں کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ مقام مخصوص فرما دیا ہے۔ ایک بزرگ نے راقم الحروف سے فرمایا "دیکھو اذان کے بعد ضرور دعا مانگا کرو کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقامِ محمود کی دعا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کے لئے کئی دعائیں مانگی ہیں اور اپنے لئے صرف ایک ہی دُعا کے لئے فرمایا ہے

حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

یہ اللہ تعالٰے کے دو ایسے مبارک صفاتی نام ہیں جو تمام صفاتِ

جمالیہ وجلالیہ کے آئینہ دار ہیں۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو شامل ہیں۔

دُعا مانگتے وقت خصوصاً شروع اور آخر میں جو صفات عرض کی جاتی ہیں ان کا مقصد ان صفات کا فیض حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لہذا ان تمام معنی کے تصور کے ساتھ مزے لے کر درود شریف پیش کریں۔ اللہ پاک سے خطاب تو ہو ہی رہا ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش بھی ہو رہا ہے اور جیسا کہ احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں ہمارے لئے دعاءِ استغفار فرماتے ہیں۔

مذکورہ بالا فضائل کی روشنی میں

جو حضرات اس درود شریف کو اپنا معمول بنانا چاہیں، ان کو چاہیئے کہ اس درود شریف کو توجہ اور دھیان سے پڑھیں۔ درود شریف کو کثرت سے پڑھنے کا حکم ہے۔ اور ہر وقت پوری توجہ اور خشوع کی حالت میں رہنا مشکل ہے۔ اس لئے ہر وقت اور کثرت سے پڑھنا مطلوب ہو تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ احباب صرف اسی درود کو اجتماعی طور پر پڑھ لیں یعنی اس کی مجلس ہو۔ اس میں ایک کثیر تعداد میں مذکورہ درود شریف کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھ لیں تاکہ صلوٰۃ وسلام دونوں پر عمل ہو جائے۔

یہ مبارک مجلس عام طور پر بروز جمعہ اسّی مرتبہ والا درود شریف پڑھنے کے بعد کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنی رضا و محبت

سے نوازے۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ۔

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

محمد اقبال

یوم الأربعاء/۱۳ر محرم سنہ ۱۴۱۵ھ

درود و سلام کے فضائل

جو

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن محمد بن زاحم

امام و خطیب مسجد نبوی شریف

اور

مدینہ منورہ کے چیف جسٹس

۷ صفرا لمظفر ۱۴۱۵ ہجری بمطابق ۱۵ جولائی ۱۹۹۴ء

کو

اپنے جمعۃ المبارک کے خطبہ میں بیان فرمائے

(عربی متن کے ساتھ الگ بھی شائع ہو چکا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا خطبہ

تمام تعریفیں اللہ جلّ شانہٗ کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا پالنہار ہے جس نے مؤمنین کو ایسی راہ سجھائی جس میں ان کی بھلائی اور سعادتمندی ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار، اور ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ جلّ شانہٗ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ جلّ شانہٗ نے آپ کی فرمانبرداری، اور آپ کی اتباع، آپ کی تعظیم اور ادب، ہر حال میں فرض کیا ہے، آپ کی دنیوی زندگی مقدس میں بھی، اور وفات کے بعد برزخی زندگی میں بھی آپ کی تعظیم اور آپ کا ادب فرض ہے۔

اے اللہ! اپنی رحمتِ کاملہ اور سلامتی نازل فرما اپنے بندے اور رسول، ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، اور آپ کے اہل وعیال اور صحابہ رضی اللہ عنہم پر، اور ان پر بھی جو ان کے راستہ پر اخلاص و استقامت سے چلیں۔

امّا بعد۔ سورۂ احزاب میں ایک آیت ہے جو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ

اللہ جلّ شانہ، اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں، اور آپ کے ذکر کو بلند کیا ہے، اور اپنا مقرب بنایا ہے۔ نیز یہ کہ ملائکہ بھی آپ کی مدح کرتے ہیں، آپ کی بزرگی بیان کرتے ہیں، اور آپ کے لئے دُعا کرتے ہیں

اور اسی آیت میں مومنین کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی تعظیم وتکریم کریں اور اجلال واحترام کا اظہار کریں۔ یہ حکم عام ہے حیات ووفات کے ساتھ مقید نہیں۔ کیونکہ آپ کی رسالت ونبوت کی برکت ہی سے مؤمنین کو دنیا و آخرت میں خیر اور شرف وعزت حاصل ہوئی ہے۔

وہ آیت یہ ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

یہ کیسا بلند مرتبہ ہے اور کتنا بڑا شرف ہے کہ اللہ جلّ شانہ، اور اس کے فرشتوں کی مدح وثنا رسے ۔ جو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرما رہے ہیں، سارا عالم گونج رہا ہے۔ اور تمام موجودات سے جس کی صدا آرہی ہے، آسمان وزمین جس سے روشن ہو رہے ہیں۔

یہ تعریف کرنا اللہ جلّ شانہ، کی رضا، اعانت، توفیق اور آپ کے ہر عمل کے درست وصواب ہونے کی دلیل ہے۔

ایک دوسری آیت میں بھی اللہ جلّ شانہ، نے اپنے نبی اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف فرمائی ہے اور وہ ہے سورۂ قلم میں "اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔

جو نبیٔ رحمت اور رسولِ ہدایت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اللہ تعالےٰ

کی طرف سے بہت بڑی تکریم اور گواہی ہے جو ہمیشہ ہمیش کے لئے دفتر خلود (قرآن پاک) میں لکھی جا چکی ہے۔ اس کلمہ کی تفسیر سے عقلِ انسانی اور قلم عاجز ہیں۔

"خلق عظیم" کے مصداق کی حقیقت کو اللہ جل شانہٗ کے علاوہ اور کوئی نہیں جان سکتا۔ کوئی انسان اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا، ہر قلم اور ہر عقل "خلقِ عظیم" کی حقیقت بیان کرنے سے عاجز ہے، یہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اپنے بندہ و رسول پر خاص فضل ہے جو کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ آپ ہی ہر لحاظ سے فرمانبردار بندے اور مبلغ امین ہیں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجنا بہت بڑی عبادات میں سے ہے اور اللہ جل شانہٗ کو بہت محبوب ہے۔ اسی وجہ سے اس محبوب عمل کو خود کیا ہے اور اپنے ملائکہ سے کرایا ہے اور مومنین کو بھی حکم دیا ہے۔ ایسی عنایت خاصہ اور فضیلت اور کسی عبادت کو نہیں دی۔

دُعا زمین و آسمان کے درمیان اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجا جائے، جب درود پڑھا جاتا ہے تب دعا اوپر اٹھائی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ "جب کوئی دعا شروع کرے تو پہلے اپنے رب کی حمد وثناء شروع کرے، پھر مجھ پر درود بھیجے، اس کے بعد جو چاہے، مانگے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو کوئی حاجت اللہ جلّ شانہٗ سے مانگنی ہو تو حمد کے بعد درود شریف پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے۔ پھر درود شریف ہی پر دُعا کو ختم کرے۔ کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ دونوں درودوں کو قبول فرمائے گا اور کریم ذات سے یہ بعید ہے کہ وہ اول و آخر سے قبول کرے اور بیچ کو چھوڑ دے۔

شیخ محمد بن ابی بکر زرعی (ابن قیم) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "جلاء الافہام" میں درود شریف کے ۳۹ فائدے ذکر کئے ہیں، اور اکتالیس ۴۱ مواقع درود شریف پڑھے جانے کے ذکر کئے ہیں۔ کچھ کو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔ جہاں جہاں درود شریف مشروع ہے ان میں سے آٹھ جگہیں یہ ہیں۔

نماز میں آخری تشہد کے بعد، یہاں درود شریف کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، البتہ وجوب میں اختلاف ہے۔

دعائے قنوت کے آخر میں۔

نمازِ جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد۔

جمعہ کے دونوں خطبوں میں۔

عید کے خطبہ میں۔

استسقاء کے خطبہ میں جیسا کہ خلفاء راشدین اور اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فعل سے ثابت ہے۔

اذان کے جواب کے بعد اور اقامت کے بعد بھی درود شریف مشروع ہے جیسا کہ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے

انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب تم اذان سنو تو جیسا کہ مؤذن کہتا ہے، تم بھی ویسا ہی کہو۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے، اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو۔ وسیلہ جنت میں ایک ایسا مرتبہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے صرف ایک بندہ کو ملے گا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ پس جو میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگے گا میری شفاعت اس کو ضرور پہنچے گی۔

دُعا کے وقت بھی درود شریف مشروع ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت مانگنا چاہے تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی خوب حمد وثنا کرے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجے۔ پھر اپنی حاجت مانگے۔ اس طریقہ سے کامیابی کی زیادہ امید ہے۔

نیز مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، صفا ومروہ پر، اور جب بھی آپ کا ذکر آئے۔ جمعہ کی رات میں، جمعہ کے دن، نام مبارک لکھتے وقت بھی درود شریف مشروع ہے۔

اور جب کان بجے اس وقت بھی درود شریف پڑھنا مشروع ہے۔ کان بجتے وقت یہ دعا بھی پڑھے۔ "ذَكَرَ اللّٰهُ مَنْ ذَكَرَنِي بِخَيْرٍ"

اور درود شریف پر جو فوائد مرتب ہوتے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

اللہ جلّ شانہٗ کے امر کی اتباع، اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی موافقت، اگرچہ دونوں کے درودوں کی حقیقت الگ الگ ہے۔

اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے دس درودوں کا حصول۔

درود شریف پڑھنے والے کے لئے دس حسنات لکھی جاتی ہیں، دس سیئات مٹادی جاتی ہیں۔

قبولیت دعا کی امّید۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ملنے کی امید۔

درود شریف مغفرتِ ذنوب کا سبب بنتا ہے۔

درود شریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے دائمی ہونے کا سبب ہے۔

پس اے مومنو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو، اور اپنے رب کا دھیان رکھو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف کثرت سے پڑھو۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر بھی کثرت سے کرتے رہا کرو۔ استغفار کی بھی کثرت رکھا کرو۔ کیونکہ جو بھی استغفار پر مداومت رکھے گا اللہ جلّ شانہ اس کو ہر غم سے نجات دے گا۔ اور ہر تنگی سے راستہ نکال دے گا۔ اور ایسی طرح سے روزی پہنچائے گا جس کا گمان بھی نہ ہو۔

اے ایمان والو! اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اور اس سے مت پھرو سن کر، اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔

اے اللہ! قرآن کو ہمارے لئے مبارک فرما، اور جو کچھ قرآن میں ہے اس سے ہم کو نفع پہنچا۔ اور ہماری اور ہمارے باپ ماں اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔ آپ ہی مغفرت اور رحم کرنیوالے ہیں۔

دوسرا خطبہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔ جس نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام شرافتوں سے نوازا، اور ان کی مدح فرمائی۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے اس بات کی ہمیں خبر دی کہ اس کے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اس کے نزدیک کتنا بڑا مرتبہ ہے۔ اس نے ان کی تعریف کی اور تعریف بھی کہاں کی؟ قرآن میں، جس کی قیامت تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔ اور میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ سیّدنا ونبینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے کی وجہ سے اپنے کو بڑا نہیں سمجھ لیا بلکہ اخلاقِ عظیمہ سے متصف ہوئے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم۔

اے اللہ! درود وسلامتی نازل فرما اپنے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کے آل واصحاب پر، نیز ان پر بھی جو ان کی متابعت اور اقتدار اخلاص سے کرے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف کا طریقہ نماز کے اندر تو وہی ہے جو مسلمانوں میں رائج ہے، جیسا کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سکھائی کہ اس طرح کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ الحدیث

اور اگر نماز سے باہر ہو تو اہلِ علم و فضل اور مقتدایانِ امت کا متواتر عملی طریقہ "صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" کہنے کا ہے۔ پھر جان لو اے مومنو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک حکم دیا ہے جس کو اپنے آپ سے شروع فرمایا۔ دوسرے نمبر پر اپنے ملائکہ کو رکھا جو اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی سلسلہ میں تیسرے نمبر پر تم مومنوں کو رکھا چاہے جنّات میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔ چنانچہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اے اللہ! اپنی رحمتِ کاملہ اور سلامتی اور برکت اور انعام فرما اپنے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر جو صاحب مقامِ محمود اور صاحبِ حوضِ کوثر ہیں۔ اے اللہ! راضی ہو تو خلفائے راشدین، حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے، نیز اپنے نبی کے بقیہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیویوں سے جو مومنوں کی مائیں ہیں۔ اور ان سے بھی راضی ہو جو ان کے راستہ پر اخلاص سے قیامت تک چلتے رہیں۔

اَللّٰهُمَّ ارْضَ عَنَّا مَعَهُمْ بِمَنِّكَ وَاِحْسَانِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ،
اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاَذِلَّ الشِّرْكَ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَدَمِّرْ
اَعْدَآءَ الدِّيْنِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ حَالَ الْمُسْلِمِيْنَ يَا قَوِيُّ يَا عَزِيْزُ ارْحَمْ
حَالَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ هَمَّ الْمَهْمُوْمِيْنَ، وَاقْضِ الدَّيْنَ عَنِ الْمَدِيْنِيْنَ، وَ
اشْفِ مَرْضَى الْمُسْلِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْ اِمَامَنَا بِحِفْظِكَ وَاَكْلِئْهُ بِرِعَايَتِكَ
وَعِنَايَتِكَ وَوَفِّقْهُ لِمَا فِيْهِ صَلَاحُ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَلِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى
اَللّٰهُمَّ كُنْ لَهٗ عَوْنًا وَّمُؤَيِّدًا وَّنَاصِرًا فِيْمَا يُرْضِيْكَ۔ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ
اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ جَمِيْعَ وُلَاةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاهْدِهِمْ سُبُلَ السَّلَامِ، وَ
اَخْرِجْهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ، اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي
الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الْجَلِيْلَ يَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْهُ عَلٰى
نِعَمِهٖ يَزِدْكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۔

نقلہ الی الاردویۃ

تلمیذ شیخ الحدیث محمد زکریا الکاندھلوی

حبیب اللہ قربان المظاھری